جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلہ

یُخرِجَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ

القرآن الحکیم ۶۵:۱۲

وفا۔ظہور ۱۳۸۶ ہش
جولائی۔ اگست ۲۰۰۷ء

پنجاب یونیورسٹی لاہور کی ہسٹوریکل سوسائٹی کی ایک یادگار تصویر

جماعت احمدیہ البانیہ کے پہلے جلسہ سالانہ کے چند مناظر

لاس اینجلس ایسٹ جماعت کی مختلف تقاریب

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ۬ؕ (2:258)

النــور

جولائی۔اگست 2007

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

فہرس

لکھنے کا پتہ: Editors Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905
karimzirvi@yahoo.com

مَا لَہُمۡ مِّنۡ دُوۡنِہٖ مِنۡ وَّلِیٍّ ۫ وَّ لَا یُشۡرِکُ فِیۡ حُکۡمِہٖۤ اَحَدًا (الکہف:27)

ان (لوگوں) کا اس کے سوا کوئی بھی مددگار نہیں اور وہ اپنے حکم (اور اپنے فیصلوں) میں کسی کو اپنا شریک نہیں بناتا۔ (700 احکام خداوندی صفحہ 47)

قرآن کریم

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ○

(یونس:72)

اور تُو انہیں نوح کا حال (بھی) سنا۔ کیونکہ اس نے (بھی) اپنی قوم سے کہا تھا (کہ) اے میری قوم اگر تمہیں میرا (خداداد) مرتبہ اور اللہ (تعالیٰ) کے نشانوں کے ذریعہ سے میرا تمہیں (تمہارا فرض) یاد دلانا ناگوار (گزرتا) ہے تو تم اپنے (تجویز کردہ) شریکوں سمیت اپنی بات (کے متعلق سب پختگی کے سامانوں) کو جمع کرلو (اور) نیز چاہیئے کہ تمہاری بات تم پر (کسی پہلو سے) مشتبہ نہ رہے۔ پھر اُسے مجھ پر نافذ کردو۔ اور مجھے (کوئی موقعہ اور) مہلت نہ دو۔

''اس سورۃ میں تین مثالیں دی ہیں ایک حضرت نوحؑ کی۔ دوسری حضرت موسیٰؑ کی اور تیسری حضرت یونسؑ کی۔ حضرت نوحؑ کی مثال کامل تباہی کی ہے اور حضرت موسیٰؑ کی مثال ایک قوم کی تباہی اور دوسری کی نجات کی۔ اور حضرت یونس کی مثال کامل طور سے بچالینے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کے متعلق یہ تین مثالیں بیان فرما کر بتاتا ہے کہ ہم دنیا میں تین قسم کے معاملات کیا کرتے ہیں۔ (۱) کسی نبی کے ذریعے سے مخالف کو بالکل تباہ کردیتے ہیں جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم ہے۔ ان کے زمانہ میں بجز چند نفوس کے باقی تمام قوم ہلاک کردی گئی۔ اور کسی نبی کے زمانہ میں اس کے مخاطبین میں سے ایک حصے کو بچالیتے اور دوسرے کو تباہ کردیتے ہیں۔ جیسے حضرت موسیٰؑ کے مخاطبین کا حال ہوُا کہ بنی اسرائیل اکثر ان پر ایمان لے آئے مگر فرعون اور اس کی قوم تباہ ہوگئی۔ اور کسی نبی کے زمانہ میں کلی طور پر بچالیا کرتے ہیں۔ جیسے حضرت یونسؑ کی قوم جو ساری کی ساری بچالی گئی تھی۔ ان مثالوں کو بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے مخالفین کو تحریض دلائی ہے کہ کیوں تم یونسؑ کی سی قوم نہیں بن جاتے۔ موسیٰ اور نوح کی قوموں کی طرح کیوں تباہی چاہتے ہو۔

عام طور پر لوگ نبیوں کے واقعات کو قرآن مجید میں محض قصہ سمجھتے ہیں۔ مگر ان تینوں واقعات کے نظام اور ان کی ترتیب پر غور کیا کرو۔ کیا یہ محض قصہ کے طور پر ذکر کیئے گئے ہیں۔ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختلف زمانوں اور مختلف جگہوں میں یہی واقعات پیش نہیں آئے۔ کیا آپ مکہ میں نوح، مدینہ میں موسیٰ اور دوبارہ ورُودِ مکّہ میں یونس کے مثیل ثابت نہیں ہوئے۔ یہ قصے نہیں بلکہ پیشگوئیاں ہیں۔''

(تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ 109 - 110)

حدیثِ مبارکہ

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ ؓ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَتْهُ اَنَّهَا قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ اَتٰى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ اَشَدَّ مِنْ يَوْمِ اُحُدٍ فَقَالَ لَقَدْ لَقِيْتُ مِنْ قَوْمِكَ وَكَانَ اَشَدَّ مَالَقِيْتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ اِذْ عَرَضْتُ نَفْسِيْ عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَالِيْلَ بْنِ يَاعَبْدِ كُلَالٍ فَلَمْ يُجِبْنِيْ اِلٰى مَااَرَدْتُ فَانْطَلَقْتُ وَاَنَا مَهْمُوْمٌ عَلٰى وَجْهِيْ فَلَمْ اَسْتَفِقْ اِلَّا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ فَرَفَعْتُ رَاْسِيْ فَاِذَا اَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ اَظَلَّتْنِيْ فَنَظَرْتُ فَاِذَا فِيْهَا جِبْرِيْلُ فَنَادَانِيْ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَمَا رَدُّوْا عَلَيْكَ وَقَدْ بَعَثَ اِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَاْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيْهِمْ قَالَ فَنَادَانِيْ مَلَكُ الْجِبَالِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ يَامُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَاَنَا مَلَكُ الْجِبَالِ وَقَدْ بَعَثَنِيْ رَبُّكَ اِلَيْكَ لِتَاْمُرَنِيْ بِاَمْرِكَ فَمَا شِئْتَ اِنْ شِئْتَ اَنْ اُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الْاَخْشَبَيْنِ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ اَرْجُوْا اَنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ اَصْلَابِهِمْ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا۔

(مسلم كتاب الجهاد باب ما لقى النبى صلى الله عليه وسلم من اذى المشركين والمنافقين)

حضرت عروہ بن زبیر ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ ؓ نے انہیں بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ حضور اُحد والے دن سے بھی کوئی زیادہ تکلیف دہ دن آپ پر آیا ہے؟ (جنگِ اُحد میں حضور ﷺ کے دندان مبارک شہید ہو گئے تھے اور خود کا ایک حصہ سر میں گڑ گیا تھا) حضور ﷺ نے فرمایا عائشہ تمہاری قوم سے مجھے بہت سی تکلیفیں پہنچی ہیں لیکن عقبہ والے دن تو بہت ہی زیادہ تکلیف اٹھائی جبکہ پیغامِ حق پہنچانے کے لئے میں طائف میں ابن عبد یا لیل (کنانہ) کے پاس گیا (کہ وہ یہاں کے لوگوں کو تشدد سے باز رکھے اور تبلیغ حق کے سلسلہ میں میری مدد کرے) اور اس نے میری کوئی مدد نہ کی اور لوگوں کا تشدد اس قدر بڑھا کہ میں شدتِ غم اور تھکاوٹ کی وجہ سے یہ بھی نہ جان سکا کہ میں کس طرف جا رہا ہوں یہاں تک کہ قرن ثعالب (ایک پہاڑی چٹان) کی اوٹ میں کچھ ستانے کے لئے بیٹھ گیا وہاں پر جب میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا تو دیکھا کہ بادل سایہ کئے ہوئے ہے اور اس میں جبرئیل ہے۔ جبرئیل نے کہا کہ اللہ نے وہ تمام باتیں سن لی ہیں جو تیری قوم نے تجھے کہی ہیں اور جو تکالیف تجھے پہنچائی ہیں۔ میرے ساتھ اللہ نے پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا ہے تا کہ جو بھی تم اس قوم کے بارہ میں فیصلہ کرو وہ اس کو بجا لاوے۔ پھر پہاڑ کے فرشتے نے بھی مجھے سلام کیا اور کہا کہ اے محمدؐ میں ملک الجبال ہوں اللہ نے تمہاری قوم کی باتیں جو تجھے کہی ہیں اور وہ تکالیف جو تجھے پہنچائی ہیں سن لی ہیں اور مجھے تمہاری مدد کے لئے بھیجا ہے۔ آپ مجھے جو بھی حکم دیں گے وہ میں بجا لاؤں گا۔ اگر آپ کہیں کہ ان دو پہاڑوں کو (جن کے درمیان طائف کا شہر آباد ہے) آپس میں ملا دوں اور اس کے درمیان رہنے والوں کو پیس دوں تو میں ایسا کروں گا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے پہاڑوں کے فرشتے کو کہا مجھے اُمید ہے کہ ان لوگوں کی نسل سے شرک سے بچنے والے اور خدائے واحد کی عبادت کرنے والے افراد پیدا ہوں گے اس لئے میں ان لوگوں کو نیست و نابود کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔

ارشاداتِ عالیہ امام الزّمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(10 فروری 1908 بوقتِ ظہر)

مولوی ابو رحمت صاحب نے عرض کی۔ حضور میرے واسطے دعا فرمائی جاوے کہ پیشتر تو میری زندگی اور رنگ میں تھی مگر جب سے میں نے علی الاعلان حضور کے عقائد کی اشاعت اپنا فرض مقرر کر لیا ھے تو میری برادری بھی مخالف ہو گئی ھے اور در پئے آزار ھے اور عام طور سے لوگ بھی مجمعوں میں کم آتے ھیں۔

اس پر حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ:

''آپ صبر سے کام لیں اور استقلال رکھیں۔ آپ دیکھ لیں گے کہ پہلے سے بھی زیادہ لوگ آپ کے مجمعوں میں جمع ہوں گے اور ساری مشکلات دُور ہو جاویں گی۔ ایسی مشکلات کا آنا ازبس ضروری ہے۔ دیکھو امتحان کے بغیر کسی کی کچھ قدر نہیں ہوتی۔ دنیا ہی میں دیکھ لو کہ پاسوں کی کیسی پوچھ ہوتی ہے کہ کیا پاس کیا ہے۔ پس جو لوگ خدائی امتحان میں پاس ہو جاتے ہیں پھر اُن کے واسطے ہر طرح کے آرام و آسائش، رحمت اور فضل کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ دیکھو۔ قرآن شریف میں صاف فرمایا ہے کہ

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ O

(العنکبوت 3:29)

صرف زبان سے کہہ لینا تو آسان ہے مگر کچھ کر کے دکھانا اور خدائی امتحان میں پاس ہونا بڑی بات ہے۔ دیکھو ہماری ہی ابتدائی حالت پر غور کرو کہ اوّل اوّل ہمارے ساتھ ایک آدمی بھی نہ تھا۔ مولوی محمد حسین نے ہمارے واسطے کفر کا فتویٰ تیار کیا اور پشاور سے لے کر بنارس تک تمام ہندوستان کے بڑے بڑے مولویوں کی دو تین صد مہریں لگوائیں اور فتویٰ دے دیا کہ ان کا قتل کرنا، ان کا مال لوٹ لینا، ان کی عورتیں چھین لینا سب جائز ہے۔ اور یہ لوگ کافر، اکفر، ضال، مضل اور یہود نصاریٰ سے بھی بدتر ہیں۔ مگر دیکھ لو کہ ان کی کیا پیش گئی۔ خدا تعالےٰ نے ان کو کیسا ذلیل کیا۔

پس سچے مومن بننا چاہیئے۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پر ذرا نظر ڈالو۔ آپ کے زمانہ میں کیسی مشکلات کا سامنا تھا۔ مگر آپ کے اور آپ کے صحابہؓ کے وفا، صدق، صبر اور استقامت نے کیا کچھ کر دکھایا۔ یقیناً جانو کہ اگر کروڑ توپ بھی ہوتی۔ جب بھی یہ کام جو ان لوگوں کے ایمان، صدق، صبر اور استقلال نے کر دکھایا۔ ہرگز ہرگز نہ کر سکتی۔ دیکھو آپ کے پاس نہ کوئی فوج تھی نہ توپیں تھیں نہ سپاہی تھے مگر اللہ تعالےٰ نے کیسی تائید کی کہ بڑے بڑے لوگ خس و خاشاک کی طرح فتح ہوتے چلے گئے۔ ہمیں خیال آیا کہ ہمارا نام مہدی ہے۔ عیسیٰ ہے اور کرشن کے نام سے بھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں پکارا ہے اور انہیں تینوں کی آمد کی انتظار میں اس وقت تین بڑی قومیں لگی ہوئی ہیں۔ مسلمان مہدی کے، عیسائی عیسیٰ کی آمد ثانی کے اور ہندو کرشن اوتار کے۔ چنانچہ ان ناموں میں یہی حکمتِ الٰہی ہے۔''

(ملفوظات جلد 10 صفحات 144-145)

کلام امام الزّمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مناجات اور تبلیغِ حق

ٹوٹے کاموں کو بناوے جب نگاہِ فضل ہو
پھر بنا کر توڑ دے اک دم میں کر دے تار تار

تو ہی بگڑی کو بناوے توڑ دے جب بن چکا
تیرے بھیدوں کو نہ پاوے سَو کرے کوئی بچار

جب کوئی دل ظلمتِ عصیاں میں ہو وے مبتلا
تیرے بن روشن نہ ہو وے گو چڑھے سورج ہزار

اس جہاں میں خواہشِ آزادگی بے سُود ہے
اک تری قیدِ محبت ہے جو کردے رستگار

دل جو خالی ہو گدازِ عشق سے وہ دل ہے کیا
دل وہ ہے جس کو نہیں بے دلبرِ یکتا قرار

فقر کی منزل کا ہے اوّل قدم نفیِ وجود
پس کرو اس نفس کو زیروزبر از بہرِ یار

تلخ ہوتا ہے ثمر جبتک کہ ہو وہ ناتمام
اسطرح ایماں بھی ہے جبتک نہ ہو کامل پیار

تیرے مُنہ کی بھوک نے دل کو کیا زیروزبر
اے مرے فردوسِ اعلیٰ اب گرا مجھ پر ثمار

اَے خدا اَے چارہ سازِ درد ہم کو خود بچا
اے میرے زخموں کے مرہم دیکھ میرا دل فگار

باغ میں تیری محبت کے عجب دیکھے ہیں پھَل
ملتے ہیں مشکل سے ایسے سیب اور ایسے انار

تیرے بن اے میری جاں یہ زندگی کیا خاک ہے
ایسے جینے سے تو بہتر مر کے ہوجانا غبار

گر نہ ہو تیری عنایت سب عبادت ہیچ ہے
فضل پر تیرے ہے سب جُہد وعمل کا انحصار

جن پہ ہے تیری عنایت وہ بدی سے دُور ہیں
رَہ میں حق کی قوتیں اُن کی چلیں بن کر قطار

چُھٹ گئے شیطاں سے جو تھے تیری اُلفت کے اسیر
جو ہوئے تیرے لئے بے برگ وبر پائی بہار

خطبہ جمعہ

ایک مومن کی نشانی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحیمیت سے زیادہ سے زیادہ حصہ لے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت ہی ہے جو مومن اور غیر مومن میں فرق کرنے والی ہے

آپ کے بڑوں نے جو قربانیاں کیں اور جس مقام کو پایا اس کو اگلی نسلوں میں بھی قائم رکھنے کی کوشش کریں۔

"فیض رحیمیت اسی شخص پر نازل ہوتا ہے جو فیوض مترقبہ کے حصول کے لئے کوشش کرتا ہے"

قرآن کریم ، احادیثِ نبویہ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پُر معارف تحریرات و ارشادات کے حوالہ سے صفت رحیمیت کا رُوح پرور بیان

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔
فرمودہ 16 فروری 2007 بمقام مسجد بیت الفتوح لندن، برطانیہ

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم۔
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔
مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۔
اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ
عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَ لَا الضَّآلِّیْنَ۔

اللہ تعالیٰ کے اپنے بندے پر اپنی رحیمیت کے جلوے دکھانے کے مختلف طریقے ہیں۔ کبھی بخشش طلب کرنے والوں کے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھولتے ہوئے ان کی بخشش کے سامان قائم فرماتا ہے۔ انہیں نیکیوں کی توفیق دیتا ہے۔ کبھی اپنے بندے کو یہ احساس دلاتا ہے کہ تمہارا میرے سے، میری رحمت کی طلب بھی میری مہربانی سے ہے۔ اگر میرا فضل نہ ہوتا تو میری رحمت کی طلب کا تمہیں خیال نہ آتا۔ میری صفت رحمانیت کا تمہارے دل میں احساس بڑھنے سے تم میری طرف جھکے ہو اور کیونکہ یہ ایمان والوں کا شیوہ ہے کہ انہیں یہ احساس کرتے ہوئے جھکنا چاہئے کہ کتنے انعامات اور احسانات سے اللہ تعالیٰ ہمیں نواز رہا ہے۔ اس احساس کے زیر اثر تم جھکے ہو اور میری رحیمیت سے حصہ پایا ہے۔

پس اس بات کو ہمیشہ پیش نظر رکھو کہ میرے فضلوں کو سمیٹنے کے لئے مجھے پکارتے رہو، کیونکہ یہی چیز ہے جو تمہیں نیکیاں کرنے کی طرف مائل رکھے گی۔ کبھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری رحمت کو حاصل کرنے کے لئے میرے راستے میں جہاد کرنا اور میری خاطر ہجرت کرنا ضروری ہے جس سے میری رحمت کے دروازے تم پر وا ہوں گے، کھلیں گے۔ کبھی فرماتا ہے کہ نماز پڑھنے والے، صدقہ دینے والے میری رحیمیت کے نظارے اس دنیا میں بھی دیکھیں گے اور اگلے جہان میں بھی۔

پھر مومنوں کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو صالح اعمال تم بجالاتے ہو اس کے نیک نتائج تم اس جہان میں بھی دیکھو گے اور آئندہ کی زندگی میں بھی۔

غرض بے شمار ایسی باتیں ہیں جن کے کرنے سے اللہ تعالیٰ کی صفت رحیمیت سے ایک مومن حصہ پاتا ہے اور ایک مومن کی نشانی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحیمیت سے زیادہ سے زیادہ حصہ لے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت ہی ہے جو مومن اور غیر مومن میں فرق کرنے والی ہے۔ ایک مومن ہی کی یہ شان ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کے آگے جھکتا ہے تو اس سے روحانی اور مادی انعاموں اور اس کی رضا کا طلب گار رہتا ہے اور پھر وہ اس کو ملتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''دوسری قسم کی رحمت وہ ہے جو انسان کے اعمال حسنہ پر مترتب ہوتی ہے کہ جب سوتضرع سے دعا کرتا ہے تو قبول کی جاتی ہے اور جب وہ محنت سے تخم ریزی کرتا ہے تو رحمت الٰہی اس تخم کو بڑھاتی ہے یہاں تک کہ ایک بڑا ذخیرہ اناج کا اس سے پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر غور سے دیکھو تو ہمارے ہر ایک عمل صالح کے ساتھ خواہ وہ دین سے متعلق ہے یا دنیا سے، رحمت الٰہی لگی ہوئی ہے اور جب ہم ان قوانین کے لحاظ سے جو الٰہی سنتوں میں داخل ہیں کوئی محنت دنیا یا دین کے متعلق کرتے ہیں تو فی الفور رحمت الٰہی ہمارے شامل حال ہو جاتی ہے اور ہماری محنتوں کو سرسبز کر دیتی ہے۔''

(منن الرحمن، حاشیہ متعلق روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 148)

پس یہ امتیاز ہے ایک مومن اور غیر مومن میں کہ مومن دین اور دنیا کے انعامات کے لئے اللہ تعالیٰ کو اس کی رحیمیت کا واسطہ دیتے ہوئے اس کے آگے جھکتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ قوانین الٰہی کے مطابق انعاموں کو حاصل کرنے کے لئے اور رحیمیت سے حصہ پانے کے لئے دعا کے ساتھ ان اسباب اور قویٰ کو بھی کام میں لانا ہوگا جو کسی کام کے لئے ضروری ہیں۔ پھر نماز، روزہ، زکوٰۃ صدقہ وغیرہ ہیں۔ یہ اُس وقت اللہ کے حضور قبولیت کا درجہ رکھنے والے اور اس کی رحیمیت کے معجزات دکھانے والے ہوں گے۔ جب دوسرے اعمال صالحہ کی بجا آوری کی طرف بھی توجہ ہوگی۔ اور یہی ایک مومن کا خاصہ ہے کہ وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے والا ہوتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی رحیمیت کے صدقہ اس کے انعاموں کا طلبگار رہتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''فیض رحیمیت اُسی شخص پر نازل ہوتا ہے جو فیوض مترقبہ کے حصول کے لئے کوشش کرتا ہے۔''

ایسے فیض اٹھانے کی کوشش کرتا ہے جن کی اس کو خواہش اور انتظار ہو۔

''اسی لئے یہ ان لوگوں سے خاص ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اپنے ربّ کریم کی اطاعت کی۔ جیسے اللہ تعالیٰ کے اس قول

وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيماً

(الاحزاب :44)

میں تصریح کی گئی ہے۔''

یعنی وہ مومنوں کے حق میں بار بار رحم کرنے والا ہے۔

(اعجاز المسیح۔ اردو ترجمہ از مرتب تفسیر حضرت مسیح موعودؑ سورۃ الاحزاب زیر آیت 44)

پس ایک تو یہ ہے کہ ایمان کے ساتھ اطاعت شرط ہے اور اطاعت اس وقت حقیقی اطاعت ہوگی جب یہ مومن ہر قسم کے اعمال صالحہ بجالانے والا ہوگا اور پھر ایمان میں مضبوط ہوتا چلا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بھی اس طرف توجہ دلاتا ہے کہ ایک دفعہ جب تمہیں اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے کی توفیق عطا فرما دی تو پھر اس ایمان کی حفاظت بھی تم نے کرنی ہے۔ اپنی عبادتوں کو بھی زندہ کرو۔ تمام حقوق اللہ بجالاؤ اور دوسرے نیک اعمال بجالاتے ہوئے حقوق العباد کی طرف بھی توجہ رکھو اور یہ ہر دو قسم کے اعمال تم اس وقت بجالا سکتے ہو جب اللہ تعالیٰ کا خوف تمہارے دل میں ہوگا۔ ایک فکر ہوگی کہ مَیں نے عبادت کی طرف بھی توجہ دینی ہے اور ہر دو حقوق ادا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے اس کی مدد حاصل کرنی ہے۔ کیونکہ اگر اس کی مدد شامل حال نہیں ہوگی تو نیک کاموں اور صالح اعمال کی انجام دہی نہیں ہو سکتی اور جب یہ صورت حال ہوگی تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے بہت قریب ہوتا ہے، ان پر رحمت سے توجہ فرماتا ہے ان کو نیکیوں پر قائم رکھتا ہے اور ہر قسم کے فتنہ فساد سے بچاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ

اِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ

(الاعراف : 57)

اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ اور اسے خوف اور طمع کے ساتھ پکارتے رہو یقیناً اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب رہتی ہے۔

تو یہ ہے مومن کی نشانی کہ قومی طور پر بھی اور ذاتی طور پر بھی ایسی کوئی بات نہ کرو جس سے معاشرے میں فساد پھیلنے کا اندیشہ ہو۔ اگر ایسے حالات دیکھو جو پریشان کن ہوں اور تمہارے اختیارات سے باہر ہوں تو دعاؤں میں لگ جاؤ۔ اور جب ایک مومن اللہ تعالیٰ سے رحم کی امید رکھتے ہوئے اور فتنہ فساد سے بچتے ہوئے اس کو پکارے گا بشرطیکہ وہ خود بھی جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا ہے کہ تمام شرائط اللہ تعالیٰ کی رحمت کو حاصل کرنے کی پوری کر رہا ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں پر توجہ کرتے ہوئے ان کی دعاؤں کو سنتا ہے اور ایسے ذرائع سے اس کی رحمت نازل ہوتی ہے کہ حیرانی ہوتی ہے۔ ایک انسان سوچ بھی نہیں سکتا محسنین وہ لوگ ہیں جو حقوق العباد ادا کرنے والے ہیں اور حقوق اللہ بھی ادا کرنے والے ہیں اس طرف پوری توجہ دینے والے ہیں۔

اس فساد کے زمانہ میں جس میں سے آج دنیا گزر رہی ہے اللہ تعالیٰ کا ہم احمدیوں پر یہ کس قدر احسان ہے کہ اس نے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کے اس احسان اور انعام کا کبھی بھی بدلہ نہیں اتارا جا سکتا لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ بھی احسان ہے۔ احسانوں پر احسان کرتا چلا جاتا ہے کہ فساد نہ کرنے والوں اور اس کی عبادت کرنے والوں کو محسنین میں شمار فرما رہا ہے اور ان کی دعائیں سننے کی تسلی فرما رہا ہے۔ پس یہ جو اتنا بڑا اعزاز ہمیں مل رہا ہے یہ کوئی عام محسنین والا اعزاز نہیں ہے بلکہ وہ لوگ ہیں جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے اس کے احکامات پر عمل کرتے ہیں اور اسی طرح اس کی بجا آوری کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہیں اور اسے دیکھ رہے ہیں یا کم از کم خدا تعالیٰ انہیں دیکھ رہا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نماز کی حالت میں بھی تمہاری یہ حالت ہونی چاہیے کہ تم اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے اسے دیکھ رہے ہو یا کم از کم یہ احساس ہو کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ پس جب یہ حالت ہو گی تو اللہ تعالیٰ کی ہر قسم کی رحمت کے دروازے ایک مومن پر کھلیں گے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے راستے میں جہاد کرنے والے، میری خاطر قربانیاں کرنے والے اور میری خاطر ہجرت کرنے والے یہ بھی ایسے لوگ ہیں جو میرے قریبوں میں سے ہیں جو میری رحمت سے وافر حصہ پانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِيۡنَ هَاجَرُوۡا وَ جَاهَدُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓـئِكَ يَرۡجُوۡنَ رَحۡمَتَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ

(البقرہ: 219)

یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

ایمان کے ساتھ ہجرت کی اور جہاد کی شرط رکھی ہے اور یہ چیز پھر ایمان لانے والوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید دلاتی ہے۔ یہاں ہجرت سے مراد صرف ایک جگہ کو چھوڑنا ہی نہیں ہے کہ ہمیں اس لئے اسے چھوڑنا پڑا کیونکہ ان نیکیوں کو بجا لانے میں کسی خاص جگہ پر یا کسی شہر میں یا ملکوں میں رکاوٹ پیدا ہو رہی تھی جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ نفس کی خواہشوں کو چھوڑنے والے لوگ بھی اس زمرہ میں شامل ہیں جو اپنے نفس کو قربان کرنے والے ہیں۔ اپنی برائیوں کو ختم کر کے نیکیوں پر قائم ہونے والے ہیں۔

پس ان مغربی ممالک میں آنے والے افراد کو بھی اس طرف توجہ رکھنی چاہئے کہ اگر حالات کی وجہ سے اپنے ملکوں کو چھوڑنا پڑا ہے تو صرف اس بات پر خوش نہیں ہو جانا چاہئے کہ باہر آ کر ہمارے حالات اچھے ہو گئے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے حصہ لینے کے لئے اپنی حالتوں کو بھی بدلنے کی ضرورت ہے۔ اپنے نفس کی بدیوں کو باہر نکال کر ان میں نیکیوں کو داخل کرنے کی ضرورت ہے۔ تب یہ ہجرت مکمل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو موقع دیا ہے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے۔ اپنی عبادتوں کے معیار بلند کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچانے کے لئے اس جہاد میں شامل

ہونے کی ضرورت ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس پاک دین کا پیغام پہنچا کر ہم نے کرنا ہے۔ اس جہاد کے لئے مالی قربانیوں کی ضرورت ہے۔ اور یہ مالی قربانیوں کا جہاد ہر احمدی کا جہاں بھی دنیا میں ہے ہمیشہ طرّہ امتیاز رہا ہے۔ یہاں آ کر کشائش پیدا ہو جانے کے بعد اس طرف سے بے پرواہ نہیں ہو جانا چاہیئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایک احمدی کو جو جسمانی ہجرت کا موقع عطا فرمایا ہے اسے اس ہجرت کی وجہ سے اپنے نفس کی اصلاح کی طرف بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ تاکہ پہلے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل کرنے والے بن سکیں اور فی زمانہ جماعت کو جب ضرورت پڑتی ہے اور وقت اور مال کی قربانی کی طرف بلایا جاتا ہے تو اس طرف بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

ہمیشہ یاد رکھیں یہ ان مومنین کی قربانیاں ہی تھیں جنہوں نے قرون اولیٰ میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کو سمیٹنے کیلئے صحابہ حضرت مسیح موعودؑ نے کوشش کی، ملک بدر ہوئے، مالی نقصانات برداشت کرنے پڑے، جہاد کرنا پڑا، سب کچھ ہوا۔ اور پھر ان قربانیوں کو ایسے پھل لگے کہ آج ہم دیکھ کر حیران ہوتے ہیں۔ انہوں نے اپنے نفس کی بھی اصلاح کی، اپنی برائیوں کو ترک کیا، نیکیوں کو اختیار کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیغام کو پہنچانے کے لئے اعلیٰ قربانیاں دیں۔

پس ہم میں سے آج بھی وہی لوگ خوش قسمت ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب کرنے والے ہیں جو اس اصول کو سمجھے ہوئے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ جیسا کہ فرماتا ہے وہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ اگر ہم اپنی غلطیوں کا احساس کرتے ہوئے اس کے آگے جھکنے والے اور اس کے دین کی سر بلندی کے لئے قربانی اور کوشش کرنے والے ہوں گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کی رحمت سے حصہ پانے والے ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسی کوشش کو کبھی ضائع نہیں کرتا جو نیک نیتی سے اس کی خشیت دل میں رکھتے ہوئے اس کی خاطر کی جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

’’عادت الٰہیہ اسی طرح پر جاری ہے کہ وہ اس کی کوششوں کو ضائع ہونے نہیں دیتا بلکہ اُن تمام کوششوں پر ثمرات حسنہ مترتب کرتا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو اپنی رحیمیت سے ہمیشہ حصہ دیتا چلا جائے اور ہر احمدی کو ایسی توفیق دیتا رہے کہ وہ ایسی ثمر آور کوشش کرنے والا ہو، جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو حاصل کرنے کا باعث بنتی رہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں:

’’تیسری قسم فیضان کی فیضان خاص ہے۔ اس میں اور فیضان عام میں یہ فرق ہے کہ فیضان عام میں مستفیض پر لازم نہیں کہ حصول فیض کے لئے اپنی حالت کو نیک بناوے‘‘ جو اللہ تعالیٰ کے فیض ہیں، اس میں دو قسم کے فیض ہیں ایک خاص اور ایک عام۔ عام تو رحمانیت کی صورت میں ہے اور خاص رحیمیت کی صورت میں ہے۔ فرمایا کہ رحمانیت کے لئے ضروری نہیں ہے کہ ضرور نیکیوں کو اختیار کرنا ہے اور اپنی حالت کو بدلنا ہے۔ فرمایا:

’’فیضان عام میں مستفیض پر لازم نہیں کہ حصول فیض کیلئے اپنی حالت کو نیک بناوے‘‘ جو اللہ تعالیٰ کے فیض ہیں اس میں دو قسم کے فیض ہیں، ایک خاص اور ایک عام۔ عام تو رحمانیت کی صورت میں ہے اور خاص رحیمیت کی صورت میں ہے فرمایا کہ رحمانیت کے لئے ضروری نہیں ہے کہ ضرور نیکیوں کو اختیار کرنا ہے اور اپنی حالت کو بدلنا ہے۔ فرمایا ’’فیضان عام میں مستفیض پر لازم نہیں کہ حصول فیض کے لئے اپنی حالت کو نیک بناوے اور اپنے نفس کو حُجب ظلمانیہ سے باہر نکالے‘‘ یعنی نفس کو جو اندھیرے میں چھپا ہوا ہے اس سے باہر نکالے۔ ’’یا کسی قسم کا مجاہدہ اور کوشش کرے بلکہ اس فیضان میں ۔۔۔ خدائے تعالیٰ آپ ہی ہر یک ذی روح کو اس کی ضرورت جن کا وہ حسب فطرت محتاج ہے عنایت فرماتا ہے اور بن مانگے اور بغیر کسی کوشش کے مہیا کر دیتا ہے۔ لیکن فیضان خاص میں جہد اور کوشش اور تزکیۂ قلب اور دُعا اور تضرع اور توجہ الی اللہ اور دوسرا ہر طرح کا مجاہدہ جیسا کہ موقع ہو شرط ہے‘‘ اللہ تعالیٰ کی رحمیت حاصل کرنی ہے تو اس کے لئے کوشش کرنی پڑتی ہے۔ اپنے دلوں کو صاف کرنا پڑتا ہے، دعاؤں کی طرف توجہ دینی پڑتی ہے اور صرف سطحی قسم کی دعائیں نہیں، انتہائی تضرع اور عاجزی سے گڑگڑاتے ہوئے اس کے سامنے جھکنا ہے اور پوری طرح اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ دینی ہوگی۔ اور پھر اس کے علاوہ جو بھی مجاہدہ کسی بھی کام کرنے کے لئے ضروری ہے اس کو اختیار کرنا ہوگا۔

فرمایا ''اور اس فیضان کو وہی پاتا جو ڈھونڈتا ہے۔'' جو ڈھونڈے گا اس کو اللہ تعالیٰ کا فیضان ملے گا '' اور اسی پر وارد ہوتا ہے جو اس کے لئے محنت کرتا ہے۔ اور اس فیضان کا وجود بھی ملاحظہ قانون قدرت سے ثابت ہے۔ کیونکہ یہ بات نہایت بدیہی ہے کہ خدا کی راہ میں سعی کرنے والے اور غافل رہنے والے دونوں برابر نہیں ہوسکتے''۔

یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوشش کرنے والے ہوں اور ایسے لوگ جو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے سے غافل بیٹھے ہوں وہ کبھی برابر نہیں ہوسکتے۔

''بلاشبہ جو لوگ دل کی سچائی سے خدا کی راہ میں کوشش کرتے ہیں اور ہر یک تاریکی اور فساد سے کنارہ کش ہوجاتے ہیں ایک خاص رحمت ان کے شامل حال ہوجاتی ہے۔ اس فیضان کے رُو سے خدائے تعالیٰ کا نام قرآن شریف میں رحیم ہے اور یہ مرتبہ صفت رحیمیت کا بوجہ خاص ہونے اور مشروط بہ شرائط ہونے کے مرتبہ صفت رحمانیت سے موخر ہے۔''یعنی بعد میں آیا ہے'' کیونکہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے اوّل صفت رحمانیت ظہور میں آئی ہے۔ پھر بعد اس کے صفت رحیمیت ظہور پذیر ہوئی۔ پس اسی ترتیب کے لحاظ سے سورۃ فاتحہ میں صفت رحیمیت کو، صفت رحمانیت کے بعد میں ذکر فرمائے اور کہا اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اور صفت رحیمیت کے بیان میں کئی مقامات پر قرآن شریف میں ذکر موجود ہے جیسا ایک جگہ فرمایا ہے وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۔

(الاحزاب: 44)''

پہلے مَیں مثال دے آیا ہوں۔ یعنی خدا کی رحیمیت صرف ایمانداروں سے خاص ہے جس سے کافر کو یعنی بے ایمان اور سرکش کو حصہ نہیں۔

اس جگہ دیکھنا چاہیئے کہ خدا نے کیسی صفت رحیمیت کو مومن کے ساتھ خاص کر دیا۔ لیکن رحمانیت کو کسی جگہ مومنین کے ساتھ خاص نہیں کیا اور کسی جگہ یہ نہیں فرمایا کہ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۔ بلکہ جو مومنین سے رحمت خاص متعلق ہے ہر جگہ اس کو رحیمیت کی صفت سے ذکر کیا ہے۔

پھر دوسری جگہ فرمایا ہے:

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ

(الاعراف: 57)

یعنی رحیمیت الٰہی انہی لوگوں سے قریب ہے جو نیکوکار ہیں۔

پھر ایک اور جگہ فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ جَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لا اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ط وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

(البقرہ: 219)

یعنی جو لوگ ایمان لائے اور خدا کے لئے وطنوں سے یا نفس پرستیوں سے جدائی اختیار کی اور خدا کی راہ میں کوشش کی، وہ خدا کی رحیمیت کے امیدوار ہیں۔ اور خدا غفور اور رحیم ہے۔ یعنی اس کا فیضان رحیمیت ضرور ان لوگوں کے شامل حال ہوجاتا ہے کہ جو اس کے مستحق ہیں کوئی ایسا نہیں جس نے اس کو طلب کیا اور نہ پایا۔

(براھین احمدیہ روحانی خزائن جلد اول صفحہ 450-452 حاشیہ نمبر 11)

یہاں سورۃ بقرہ کی جو یہ آیت ہے اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ جَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔۔۔اس ضمن میں یاد آیا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بھی ایک حدیث کا واقعہ لکھا ہے لیکن مجھے اس سے خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کو بھی جماعت میں بہت مقام تھا اور جو صحابہ کی اولاد ہیں، جب بھی کوئی تعارف کرانے لگے تو ضرور کراتے ہیں میرے نانا یا دادا صحابی تھے تو یہ جوان کا صحابی ہونا تھا یہ اُن کی اولادوں کو یہ احساس دلانے والا ہونا چاہیئے کہ جس طرح اُنہوں نے اپنے نفس کو بھی کچلا، ہجرت کا حق بھی ادا کیا، اپنے گھر بار کو بھی چھوڑا قربانیاں بھی کیں اُس مقام کو ہم نے قائم رکھنے کی کوشش کرنی ہے۔

جس واقعہ کا مَیں ذکر کر رہا ہوں یہ ہے کہ حضرت عمرؓ ایک دفعہ حج پر گئے تو وہاں کچھ نوجوان جو بعد میں مسلمان ہوئے تھے، قریب بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں آنحضرت ﷺ کے ایک صحابی تشریف لائے، حضرت عمرؓ نے ان نوجوانوں کو فرمایا ذرا پیچھے ہٹ جاؤ کہ یہ صحابی رسول ﷺ ہیں۔ خیر وہ پیچھے ہٹ گئے، تھوڑی دیر کے بعد ایک اور صحابی تشریف لائے، حضرت عمرؓ نے ان نو

جوانوں کو پھر پیچھے ہٹادیا، ہوتے ہوتے وہ دور جوتیوں کے پاس چلے گئے۔ اور جب وہاں پہنچے تو وہ سارے اچھے خاندان کے تھے، ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے کہ ہمارے ساتھ یہ ذلت کا سلوک ہوا ہے اور باہر نکل گئے۔ باہر جا کر باتیں کرنے لگے کہ یہ تو ہمارے ساتھ آج بہت برا ہوا ہے۔ ان میں ایک زیادہ بہتر ایمان لانے والوں میں سے تھا۔ اس نے کہا جو بھی ہوا یہ ہمارے باپ دادا کا قصور ہے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کو نہیں مانا اور آج ان کی وجہ سے ہمیں ذلت اٹھانی پڑی۔ بہرحال صحابہ رسول ﷺ کا ایک مقام ہے۔ تو خیر انہوں نے کہا اس کا کیا علاج کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عمرؓ سے ہی پوچھتے ہیں تو حضرت عمرؓ کے پاس گئے اور کہا کہ آج ہم سے یہ سلوک ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا میں مجبور تھا۔ میں تمہارے خاندانی حالات اور وجاہت سب کچھ جانتا ہوں لیکن صحابہ رسول ﷺ جنہوں نے اتنی قربانیاں دی ہوئی ہیں، ہجرت بھی کی، جہاد میں شامل ہوئے ان کے مقابلے میں تمہاری حیثیت نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں سمجھ آگئی کہ یہی بات ہے لیکن اس کا اب علاج کیا ہے۔ حضرت عمرؓ کو ان سارے حالات کا پتہ تھا کہ سارے بڑے اچھے خاندان کے یہ لوگ ہیں ان کے باپ دادا نے بعض حالات میں مسلمانوں کی مدد بھی کی ہوئی ہے۔ حضرت عمرؓ بھی بڑے جذباتی ہو گئے آپؓ سے بولا نہیں گیا۔ آپ نے شام کی طرف اشارہ کر کے کہا ادھر جاؤ۔ وہاں اُس زمانے میں جنگ ہو رہی تھی تو بہرحال وہ سات نوجوان تھے چلے گئے اور اس جنگ میں شامل ہوئے۔ ملک سے ہجرت بھی کی اور جہاد بھی کیا اور شہادت حاصل کی تو وہ مقام پایا جس کا اللہ تعالیٰ نے یہاں ذکر فرمایا ہے۔

پس جو صحابہ کی اولادیں ہیں مَیں ان سے کہنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے قربانیاں دیں تو انہوں نے مقام پایا۔ اب ہم میں صحابہ میں سے تو کوئی نہیں ہے صرف اتنا کہہ دینا کہ ہم صحابی کی نسل میں سے ہیں کافی نہیں ہوگا۔ اگر اس زمانے میں بعد میں آنے والے اس حقیقت کو سمجھتے ہوئے جہاد بھی کریں گے اور ہجرت بھی کریں گے تو وہ آپ لوگوں سے کہیں آگے نہ بڑھ جائیں۔ اس لئے اس طرف توجہ رکھیں اور آپ کے بڑوں نے جو قربانیاں کیں اور جس مقام کو پایا اس کو اگلی نسلوں میں بھی قائم رکھنے کی کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے دل میں اس کی سچی طلب اور اس کے احکامات پر عمل کرنے کی ہمیشہ نہ صرف خواہش پیدا ہوتی رہے بلکہ عمل کرنے کی بھی توفیق ملے۔ اپنے نفسوں کے خلاف جہاد کرنے والے بھی ہوں اور اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لئے قربانیاں کرنے والے بھی ہوں تا کہ اس کی رحیمیت سے ہمیشہ فیض اٹھاتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔

(ٹائپنگ: سلیمہ ملک)

****

قبولیتِ دُعا کے راز

☆ حافظ روشن علی صاحبؓ نے بتایا کہ ایک دن حدیث کے سبق کے دوران میں کھانا نہ کھا سکا سخت بھوک لگی تھی کہ یکایک سبق کا آواز مدھم ہوگیا اور کسی نے میرے آگے تازہ بتازہ کھانا لا کر رکھا۔ بھنا ہوا گوشت اور گھی میں تلے ہوئے پراٹھے تھے۔ میں خوب مزے لے لے کر کھانے لگا۔ کھانا ختم ہونے پر مجھے پھر سبق کا آواز سنائی دینے لگ گیا لیکن میرے منہ میں کھانے کی لذت موجود تھی اور میرے پیٹ میں ایسے ثقل محسوس ہوتا تھا اور ایسی تازگی اور سیری تھی جس طرح سچ مچ کھانا کھانے سے ہوتی ہے۔

☆ حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحبؓ کو حضرت اقدس نے فوراً گورداسپور جانے کا حکم دیا۔ مولوی صاحب' حضور کے ہر حکم پر ہمیشہ فوراً یوں چل پڑتے تھے کہ جوتے کو گھسیٹ کر پہن رہے ہیں اور چلتے ہوئے ہی پگڑی سر پر باندھ رہے ہیں۔ اسی طرح آج بھی فوراً معمولی بستر باندھ کر روانہ ہو گئے۔ رات ہونے پر بستر کھولا تو ان کے ساتھی شیخ یعقوب علی عرفانیؓ یہ دیکھ کر سخت حیران ہوئے کہ اس بھوک کے وقت بستر کے اندر سے ایک کاغذ میں لپٹے ہوئے دو گرم گرم پراٹھے اور قیمہ نکلا۔

☆ حضرت غلام رسول راجیکیؓ رات کے وقت اپنے بھائی جان کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ بھائی صاحب کو سخت بخار ہوگیا۔ نہ دوا ملی نہ کھانا ملا۔ بھائی کو مسجد میں لٹا کر دعا شروع کر دی۔ دعا ختم ہوتے ہی ایک فرشتہ طشت کے اندر گرم گرم روٹیاں، گوشت کا سالن اور حلوہ لے کر آیا اور کہا کہ برتن مسجد میں ہی رہنے دیں۔ میں آ کر لے جاؤں گا۔ آپ مسجد کے اندر کنڈی لگا کر سو گئے۔ صبح اٹھ کر دیکھا تو کنڈی بدستور لگی ہوئی تھی لیکن برتن غائب!

(اصحابِ احمد 8 صفحہ 43)

توکل علی اللہ

ڈاکٹر ظفر وقار کاہلوں، ٹورانٹو، کینیڈا

اللہ تعالیٰ کو اوّل و آخر سہارا سمجھتے ہوئے اُس پہ بھروسہ کرنے، بساط بھر تدابیر اور کوشش کے بعد نتائج اُسکے سپرد کر دینے اور اپنی جملہ حاجات کیلئے اُسے کافی سمجھتے ہوئے اپنی سب خواہشات کو اُس کی رضا کے ساتھ ہم آہنگ کر لینے کو توکل علی اللہ کہا جاتا ہے، ایک متوکّل انسان دُنیوی اُمور میں مناسب حد تک کوشش و محنت کرتا ہے پھر بارگاہِ ایزدی سے جو ملے اُس پہ شکر بجالاتا اور دوسروں، خصوصاً ضرورت مندوں کو اُس میں شریک کرنے میں راحت و سکون پاتا ہے، توکّل علی اللہ کا برعکس مال و دولت جمع کرنے کی ہوس ہے، ایسے لوگوں کی وجہ سے بد دیانتی، ذخیرہ اندوزی، رشوت ستانی اور دیگر قبیح جرائم معاشرے کا سکون غارت کرتے ہیں۔ بہتر گھر، گاڑی اور دیگر لوازمات جمع کرنے کی دوڑ وبائی مرض کی طرح توکّل سے تہی دست لوگوں کو اپنی گرفت میں لیتی ہے جن کو مزید کی ہوس میں غریبوں کے منہ کے نوالے تک چھین لینے میں مضائقہ نہیں اور اللہ تعالیٰ پہ توکّل تو دُور کی بات ہے ایسے لوگوں کا ایمان اور اخلاق بتدریج پستی کا شکار ہوتے جاتے ہیں اور وہ روز مرّہ اُمور میں بد دیانتی اور جھوٹ کو معمول بنالیتے ہیں، مثلاً خود کو بے روزگار (jobless) ظاہر کر کے حکومت سے مالی مدد (social welfare) حاصل کرنا اور ساتھ چوری چُھپے ملازمت بھی کرتے رہنا، چندہ دیتے وقت اصل آمدن چھپانا، وغیرہ۔

توکّل علی اللہ کی راہ میں حائل رکاوٹیں

آج کل کے حالات کے تناظر میں جائزہ لینے پہ نظر آتا ہے کہ توکّل علی اللہ اختیار کرنے کی خواہش تو آج بھی بہت لوگوں کی ہوتی ہے مگر کامیابی کم کو ہی مل پاتی ہے، ذیل میں اس صورتِ حال کی وجوہات کا مختصر اُجائزہ پیش کرتے ہیں۔

1۔ مادیّت پرست ماحول میں بچوں کا پروان چڑھنا

توکّل علی اللہ نہ ہونے کی ایک بنیادی وجہ بچپن کی عدم تربیت اور مہیا کیا گیا توکّل علی اللہ سے عاری ماحول ہوتا ہے، بچپن اور اوائلِ جوانی انسان کی شخصیت کی تعمیر کا دور ہوتا ہے، گیلی مٹی کو کمہار جس طرز پہ ڈھالنا چاہے ڈھال کر اپنی مرضی کا برتن بنا سکتا ہے مگر بھٹی میں پک جانے کے بعد تبدیلی ممکن نہیں رہتی یا پھر ماحول کی مثال سانچے سے بھی دی جا سکتی ہے۔ بچوں کو اُن کی عمر کی مناسبت سے بتدریج ماحول کی گراوٹوں سے پُر حکمت طریقوں کیساتھ خبردار نہ کرنا اور نہ ہی بیکس محروم طبقہ کے دُکھ درد سے آگاہ کرتے ہوئے اُن پہ خرچ کرنے کا عملی درس دینا بچوں کو حفاظتی ٹیکے نہ لگائے جانے کے مترادف ہوتا ہے اس پہ مستزاد کئی والدین اپنے ناپختہ ذہن بچوں کا چھٹیوں وغیرہ میں ملازمت کرنے اور بعض بد اخلاقیوں میں پڑ جانے کو معمولی سمجھ کر نظر انداز کرتے ہوئے اُنہیں جراثیم آلود ماحول کے رحم و کرم پہ چھوڑ دیتے ہیں جس کے نتیجہ میں ایک مادّیت پرست نسل پروان چڑھ رہی ہوتی ہے، بچوں کی کسی بھی مرحلہ پہ تربیت سے غافل ہونے کی مثال یوں ہے جیسے لوہے کی کسی چیز کو بے احتیاطی کے سبب زنگ لگنا شروع ہو جائے تو اُسے روکنا ممکن نہیں رہتا جبکہ محتاط روی سے زنگ لگنے سے بچانا آسان ہوتا ہے۔ اسی طرح عملی زندگی میں داخل ہو چکے لوگوں کو مادّیت کی راہ سے ہٹا کر انفاق فی سبیل اللہ پہ ڈالنا محال جبکہ بچپن میں عادت ڈالنا سہل ہوتا ہے، والدین کو چاہیئے کہ توکّل علی اللہ اور تعلق باللہ کے واقعات بچوں کو کہانیوں کی صورت میں بار بار سناتے رہا کریں۔

2۔عدم مطالعہ کتب اور ہمہ تن دنیوی جستجو میں جُتے رہنا

عدم توکّل کی ایک وجہ موجودہ حالات میں ملازمت وغیرہ کی مصروفیات میں بُری طرح پھنسے ہونا ہے، ایسے لوگوں کا بیشتر وقت اور توانائیاں لاشعوری طور پہ محض اسباب وتدابیر کے پیچھے سرپٹ دوڑ میں صرف ہوجاتی ہیں اور خدا تعالیٰ پہ توکّل کرتے ہوئے اُس کے حضور دُعا کرنے کی توفیق ہی نہیں ملتی، پھر بوجہ انتہائی مصروف شیڈول کے توکّل علی اللہ کے بنیادی ماخذ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے باقاعدہ مطالعہ کی توفیق اکثر لوگوں کو نہیں مل پاتی بلکہ کتاب بینی کا رجحان بھی دن بدن دم توڑتا جارہا ہے اور علم وادب کی جگہ دیگر قباحتیں لے رہی ہیں۔

3۔مادیّت پرست سماجی اقدار اور رجحانات

توکّل کے فقدان کی ایک وجہ لوگوں کی ایک بڑی اکثریت کا مادیّت کی طرف بڑھتا ہوا میلان اور مال و دولت کی بے لگام محبت ہے اخلاقی اور سماجی اقدار کے مقابل مالی آسودگی کو اوّلیت دی جانے لگی ہے اور کئی لوگوں نے اسے عزّت واحترام اور بڑائی کا پیمانہ بنا رکھا ہے اس بارہ میں سیدنا مسیح پاکؑ فرماتے ہیں ۔

زر سے پیار کرتے ہیں اور دِل لگاتے ہیں
ہوتے ہیں زر کے ایسے کہ بس مرہی جاتے ہیں

اِس سوچ کے حامل کئی لوگوں نے ترقی یافتہ مُلکوں میں جا بسنے کو اپنا مقصدِ حیات بنا رکھا ہوتا ہے جس کیلئے وہ سر دھڑ کی بازی لگاتے ہوئے ہر چیز داؤ پہ لگا دینے کو بیقرار ہوتے ہیں، جن کو یہ مقصد حاصل ہوجائے اُن میں سے اکثر بعد میں پچھتاتے ہیں کہ یہ تو سراسر ایک سراب تھا اور اپنا دیس ہزار گنا بہتر تھا، یہاں کے اخلاق سوز ماحول میں اکثر صورتوں میں وہ اولاد کی تربیت کما حقہ نہیں کر پاتے اور بعد کے سالوں میں نافرمان اولاد سے دل برداشتہ ہوکر کسمپرسی میں اپنے آپ کو کوستے ہوئے زندگی کے دن کاٹ رہے ہوتے ہیں۔

4۔صحبتِ صالحین سے محرومی

توکّل سے دُوری کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ گزشتہ زمانہ کے برعکس آج کل صحبتِ صالحین کے حصول کی تڑپ اور تگ ودو بہت کم ہوگئی ہے، پچھلے اَدوار میں لوگ توکّل علی اللہ کی دولت سے مالا مال بزرگان سے فیض پانے کیلئے مہینوں کے دشوار گزار سفر کرکے اُن کے حضور حاضر ہوتے اور اُن کی پُر تاثیر صحبت میں ایک عرصہ گزارنے کے بعد اپنے دُنیوی زنگ اتار کر توکّل علی اللہ کی انمول دولت سے لبریز ہوکر بامراد واپس لوٹا کرتے تھے۔

5۔الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کا منفی کردار

توکّل علی اللہ سے دوری کی ایک وجہ ریڈیو، ٹی وی، انٹرنیٹ، اخبارات اور جرائد ورسائل پہ اخلاقیات سے عاری مواد کی بھرمار ہے۔توکّل علی اللہ اور ایمان کی جڑیں کاٹ کر دُنیوی ہوس کی قلمیں لگانے کی مذموم مہم میں شیطان کے چیلے دن رات مختلف بھیس بدل کر ایک دوسرے پہ سبقت لے جانے کی تگ ودو میں رہتے ہیں کئی لوگ اِن دجّالانہ ہتھکنڈوں میں بہک کر توکّل علی اللہ سے دور جا پڑتے ہیں۔

توکّل علی اللہ کی برکات اور فیوض

توکّل علی اللہ کے حصول میں حائل رکاوٹوں کے مختصر جائزہ کے بعد ہم یہ جائزہ لینے کی کوشش کرتے ہیں کہ توکّل علی اللہ سے عاری رہ کر ہم کن کن برکات وفیوض سے محروم رہ جاتے ہیں اور صورتِ حال کو بدلنا کس قدر ضروری ہے!

انفاق فی سبیل اللہ کی توفیق

متوکّل لوگوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی خاص توفیق ملتی رہتی ہے۔اُنہیں اُخروی اجر کے علاوہ ایسی جگہوں سے رزق عطا ہوتا ہے جہاں سے اُنہوں نے کبھی سوچا بھی نہ ہو۔جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

....وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ

(الطلاق: 4,3)

یعنی جواللہ سے ڈرے اُس کیلئے وہ نجات کی کوئی راہ بنا دیتا ہے اور اُسے وہاں سے رزق عطا کرتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں کرسکتا اور جو اللہ پر توکّل کرے تو وہ اُس کیلئے کافی ہے۔

متوکّل لوگ اپنے عزیز رشتہ داروں، دوستوں اور دیگر ضرورت مندوں کی مالی مدد کی توفیق بھی پاتے رہتے ہیں وہ زندگی بخش جام کی طرح ہوتے ہیں جن کی برکت سے دوسروں کی محرومیاں اور مصائب رفع ہوتے ہیں۔

سیر چشمی، سکونِ قلب، دولتمندی اور بہادری

توکّل ایک انمول دولت ہے متوکّل شخص زندگی کو ایسے مسافر کی طرح گزارتا ہے جو چند لازم چیزوں کو کافی سمجھتا ہے جبکہ دُنیاداروں کے دن رات مزید مال ومتاع کی جمع تفریق کے گورکھ دھندوں میں بسر ہورہے ہوتے ہیں گویا کہ اُنہوں نے ہمیشہ اِسی دُنیا میں رہنا ہے، کبھی وہ دُنیوی نقصانات پر دل برداشتہ ہوکر خودکشی کرلیتے ہیں تو کبھی مال وزر کی خاطر معصوموں کی جان لینے کے درپے ہوجاتے ہیں، الغرض متوکّل انسان ہر حالت میں مطمئن، سیر چشم اور دولت مند ہوتا ہے جبکہ مادیّت پرست ڈھیروں مال ودولت کے باوجود مزید کی لامتناہی ہوس کا شکار، پریشان حال اور بھوکا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝

(سورہ التوبہ 129)

پس کہہ دے میرے لئے اللہ کافی ہے اِس کے سوا اور کوئی معبود نہیں اُسی پر میں توکّل کرتا ہوں اور وہی عرشِ عظیم کا ربّ ہے۔

رسولِ کریم ﷺ کی تمام زندگی توکّل علی اللہ کی عملی تصویر پیش کرتی ہے، خود بھوکے رہ کر دوسروں کو کھلانا، اپنی ضروریات کو پسِ پشت ڈال کر دوسروں کو دینا اور بوقتِ وفات موجود چند دینار تک کو صدقہ میں دے دینے میں اُمت کیلئے گہرا سبق ہے، توکّل انسان میں بہادری پیدا کرتا ہے بخاری کتاب المغازی باب غزوہ ذات الرقاع میں ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک جنگی مہم پر گئے ایک روز دوپہر کو قافلہ ایک ایسی وادی میں پہنچا جہاں بہت سے کانٹے دار درختوں کے جُھنڈ تھے، قافلے نے وہاں پڑاؤ کیا اور لوگ بکھر کر مختلف درختوں کے سائے میں آرام کیلئے چلے گئے آپ ﷺ نے کیکر کے ایک درخت کے نیچے آرام فرمایا اور اپنی تلوار اس کے ساتھ لٹکا کر سوگئے اس اثنا میں ایک دیہاتی آدمی وہاں آنکلا، تلوار درخت سے اتار کر آپ ﷺ پہ سونت لی اور جگا کر کہنے لگا کہ بتا تجھے کون بچا سکتا ہے آپ ﷺ نے توکّل سے بھرپور آواز میں تین بار اللہ کہا اُس پہ ایسا رعب پڑا کہ تلوار اسکے ہاتھ سے گر گئی حضور ﷺ نے تلوار اٹھائی اور فرمایا اب مجھ سے تجھے کون بچا سکتا ہے؟ اس پر وہ گھبرا گیا اور کہنے لگا آپ درگزر فرمائیں آپ ﷺ نے اُسے آزاد کر دیا وہ اپنے ساتھیوں سے جاملا اور اُنہیں بتایا کہ میں ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں جو دُنیا میں سب سے بہتر ہے۔

توکّل سے متعلقہ چند احادیثِ مبارکہ

حضرت ابنِ عباسؓ سے مروی ہے آنحضور ﷺ نے اُنہیں فرمایا کہ:

”تُو اللہ تعالیٰ کا خیال رکھ وہ تیرا خیال رکھے گا، جب کوئی چیز مانگنی ہو تو اللہ تعالیٰ سے مانگ اور سمجھ لے کہ اگر سارے لوگ اکٹھے ہو کر تجھے فائدہ پہنچانا چاہیں تو وہ تجھے کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتے سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ چاہے اور اگر وہ تجھے نقصان پہنچانے پہ اتفاق کرلیں تو تجھے نقصان نہیں پہنچا سکیں گے سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ تیری قسمت میں نقصان لکھ دے“

(ترمذی ابواب صفة القیمه)

حضرت عمرو بن عوفؓ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے:

”خدا تعالیٰ کی قسم مجھے تمہارے فقر کا ڈر نہیں مجھے ڈر تو اس بات کا ہے کہ دُنیا کے

خزائن تمہارے لئے کھول دیئے جائیں گے جس طرح پہلے لوگوں پر کھولے گئے تھے، تم دُنیا کی طرف راغب ہو جاؤ گے اور اسکی حرص کرنے لگو گے جس طرح پہلے لوگوں نے حرص کی پس تم کو بھی یہ حرصِ دُنیا ہلاک کر دیگی جس طرح اس نے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا''

(بخاری کتاب جهاد، باب جزية و الموادعة).

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا:

''بخل، حرص اور کینہ سے بچو کیونکہ اسی عیب نے پہلوں کو برباد کیا اس نے اُنہیں قطع رحمی پر آمادہ کیا اور وہ بخیل بن گئے اس نے ان کو فسق و فجور پر آمادہ کیا اور وہ فاسق و فاجر بن گئے

(مسند احمد صفحه 195)

حضرت عبداللہ بن حارثؓ سے مروی ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا:

جو شخص اپنے اندر تفقہ فی الدین پیدا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے تمام کاموں کا خود متکفل ہو جاتا ہے اور اس کیلئے ایسی ایسی جگہوں سے رزق کے سامان مہیا کرتا ہے کہ جس کا اُسے وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔

(مسند الامام الاعظم كتاب العلم صفحه 20).

بزرگانِ دین کا توکّل علی اللہ کا عملی درس

آنحضرت ﷺ کے جان نثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیاں بھی توکل علی اللہ کی جیتی جاگتی تصویریں تھیں، وہ دُنیا کی بجائے بنی نوع انسان اور آخرت کی محبت میں کھوئے گئے تھے، پھر تمام مجددّینِ اسلام کی زندگیاں بھی توکّل سے مزیّن نظر آتی ہیں، عربی کے علاوہ برصغیر کی دیگر زبانیں جیسے اُردو، پنجابی، فارسی، پشتو، سندھی، سرائیکی وغیرہ اسلامی تاریخ کے جملہ بزرگان کے علاوہ مقامی بزرگوں کے توکّل کا درس دینے والے عارفانہ کلام سے مالا مال ہیں، برصغیر کے درخشندہ عارف باللہ بزرگوں میں بابا فریدؒ، بابا گورو نانکؒ، شاہ حسینؒ، سلطان باہوؒ، بُلھے شاہؒ، وارث شاہؒ، میاں محمد بخشؒ، خواجہ فریدؒ، سید قطب الدینؒ، سید معین الدینؒ اور دیگر ان گنت صوفیا شامل ہیں، خود اور اپنی اگلی نسل کو ڈیپریشن اور دیگر سماجی مسائل سے بچانے کیلئے اپنی اِن زبانوں میں موجود لٹریچر کا مطالعہ کرتے رہنا اشد ضروری ہے جس کیلئے بچوں کو اپنی زبانیں سکھانا بنیادی امر ہے، بُلھے شاہؒ کا اپنے دارالضیافت کے بارہ میں والہانہ خوشی کا اظہار ملاحظہ کیجئے

اِٹ کھڑ کے ڈُکڑ وجے تتّا ہووے چُلھا
آن فقیر تے کھا کھا جاون راضی ہووے بُلھا

ہمارے اِس زمانہ میں بانی جماعت احمدیہ سیدنا مسیح پاک علیہ السلام کی زندگی توکّل سے عبارت نظر آتی ہے، لاتعداد مخالفتوں کے مقابل آپ کا غیر متزلزل استقامت کا نمونہ توکّل علی اللہ کی دلکش مثالوں سے بھرا پڑا ہے، توکّل علی اللہ کے معراج کی تفہیم مسیح پاک علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کیطرف سے

''جے توں میرا ہور ہیں تے سب جگ تیرا ہو''

اور

'' اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ ''

کے الہامات میں دی گئی،

اور آپ علیہ السلام کے ارشاد:

'' توکّل ایک طرف سے توڑ اور ایک طرف جوڑ کا نام ہے"

(ملفوظات جلد 5 صفحه 192)

میں توکّل کی نہایت مختصر مگر جامع تعریف کر دی گئی ہے، آپ علیہ السلام کے اصحابؓ نے توکّل علی اللہ کی انمٹ مثالیں قائم کیں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے توکّل علی اللہ کے واقعات انسان کو وجد میں لے آتے ہیں جب آپؓ محبوب آقا کے اشارہ پہ بغیر روپیہ پیسہ کے لمبے سفر پہ روانہ ہو جانے پر معجزانہ تائیدِ الٰہی سے نوازے جاتے ہیں، مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین میں ایسے توکّل علی اللہ کے بہت سے واقعات کا ذکر ہے۔

توکّل کے ضمن میں بانیٔ جماعتِ احمدیہ سیدنا مسیحِ پاک علیہ السلام کے فرمودات

تدبیر و دعا کے ساتھ توکّل کرنا

انسان کو چاہیئے کہ تقویٰ کو ہاتھ سے نہ دیوے اور خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھے تو پھر اسے کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوسکتی خدا تعالیٰ پر بھروسہ کے یہ معنے نہیں ہیں کہ انسان تدبیر کو ہاتھ سے چھوڑ دے بلکہ یہ معنے ہیں کہ تدبیر پوری کر کے پھر انجام کو خدا تعالیٰ پر چھوڑ دے اس کا نام توکّل ہے اگر تدبیر نہیں کرتا اور صرف توکّل کرتا ہے تو اس کا توکّل پھوکا ہوگا اور اگر نری تدبیر کر کے اس پر بھروسہ کرتا ہے اور خدا تعالیٰ پر توکّل نہیں کرتا تو وہ تدبیر بھی پھوکی ہوگی ایک شخص اونٹ پر سوار تھا آنحضرت ﷺ کو اُس نے دیکھا تعظیم کیلئے نیچے اُترا اور ارادہ کیا کہ توکّل کرے اور تدبیر نہ کرے چنانچہ اُس نے اونٹ کا گھٹنا نہ باندھا جب رسول اللہ ﷺ سے مل کر آیا تو دیکھا کہ اونٹ نہیں ہے واپس آ کر آنحضرت ﷺ سے شکایت کی کہ میں نے تو توکّل کیا تھا لیکن میرا اونٹ جاتا رہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے غلطی کی پہلے اونٹ کا گھٹنا باندھتا اور پھر توکّل کرتا تو ٹھیک ہوتا۔

(ملفوظات جلد 6۔ صفحہ334)

توکّل یہی ہے کہ اسباب جو اللہ تعالیٰ نے کسی امر کے حاصل کرنے کے واسطے مقرر کئے ہوئے ہیں ان کو حتی المقدور جمع کرو اور پھر دعاؤں میں لگ جاؤ کہ اے خدا تو ہی اس کا انجام بخیر کر صدہا آفات اور ہزاروں مصائب ہیں جو ان اسباب کو بھی برباد اور تہ و بالا کر سکتے ہیں ان کی دست بُرد سے بچا کر ہمیں سچی کامیابی اور منزل مقصود پر پہنچا۔

(ملفوظات جلد 5۔ صفحہ 192)

مشکلات پر صبر و استقامت

یاد رکھو کہ مصیبت کے زخم کیلئے کوئی مرہم ایسا تسکین دہ اور آرام بخش نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے وہ سخت سے سخت مشکلات اور مصائب میں بھی اندر ہی اندر تسلّی اور اطمینان پاتا ہے وہ اپنے قلب میں تلخی اور عذاب کو محسوس نہیں کرتا۔ نری مصیبت خواہ بیماری کی ہو یا کسی قسم کی تکلیف، عذاب کا موجب نہیں ہوسکتی بلکہ وہ مصیبت دُکھ دینے والی عذاب ٹھہرتی ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ پر ایمان اور بھروسہ نہ ہو ایسے شخص کو البتہ سخت عذاب ہوتا ہے۔

(ملفوظات جلد8 صفحہ 45)

اصل کامیابی اور حقیقی بامرادی

توکّل کرنیوالے اور خدا تعالیٰ کی طرف جھکنے والے کبھی ضائع نہیں ہوتے جو آدمی صرف اپنی کوششوں میں رہتا ہے اِسکو سوائے ذلّت کے اور کیا حاصل ہوسکتا ہے جب سے دُنیا پیدا ہوئی ہمیشہ سے سنت اللہ یہی چلی آتی ہے کہ جو لوگ دُنیا کو چھوڑتے ہیں وہ اسکو پاتے ہیں اور جو اسکے پیچھے دوڑتے ہیں وہ اس سے محروم رہتے ہیں جو لوگ خدا تعالیٰ کیساتھ تعلق نہیں رکھتے وہ اگر چند روز مکر و فریب سے کچھ حاصل بھی کر لیں تو وہ لاحاصل ہے کیونکہ آخر اُنکو سخت ناکامی دیکھنی پڑتی ہے اسلام میں عمدہ لوگ وہی گزرے ہیں جنہوں نے دین کے مقابلہ میں دُنیا کی کچھ پرواہ نہ کی ہندوستان میں قطب الدین اور معین الدّین خدا تعالیٰ کے اولیاء گزرے ہیں اِن لوگوں نے پوشیدہ خدا تعالیٰ کی عبادت کی مگر خدا تعالیٰ نے اُنکی عزّت کو ظاہر کر دیا۔

(ملفوظات جلد9 صفحہ325)

رزق میں برکت

اصل رازق خدا تعالیٰ ہے وہ شخص جو اس پر بھروسہ کرتا ہے وہ کبھی رزق سے محروم نہیں رہ سکتا وہ ہر طرح سے اور ہر جگہ سے اپنے پر توکّل کرنے والے شخص کیلئے رزق پہنچاتا ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو مجھ پر بھروسہ کرے اور توکّل کرے میں اس کے لئے آسمان سے برساتا اور قدموں میں سے نکالتا ہوں پس چاہیئے کہ ہر ایک شخص خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرے۔

(ملفوظات جلد 9 صفحہ360)

اظہارِ تشکر: خاکسار اس مضمون میں معاونت پہ مکرم محترم ڈاکٹر محمد ظفر اللہ صاحب اور ڈاکٹر ہارون اختر صاحب کا تہہ دل سے مشکور ہے۔

****

اَہلِ ربوہ کا عالمِ انتظار

(چودھری شبیر احمد، وکیل المال اوّل تحریک جدید)

بے کیف گلستاں میں بادِ بہار ہے
خاموش عندلیب ہے گل بے قرار ہے
اَے باغبان سارا چمن دلفگار ہے		اَب آ بھی جایئے کہ ہمیں انتظار ہے

ہر صبح بے قرار ہے ہر شام بے قرار
انصار بے قرار ہیں خدّام بے قرار
اہل چمن کا درد نہاں آشکار ہے		اَب آ بھی جایئے کہ ہمیں انتظار ہے

گو وجہ انبساط رہے آپ کے "سلام"
لیکن کجا جمال کجا نامہ و پیام
حد ہوگئی ہے صبر کی دل بے قرار ہے		اَب آ بھی جایئے کہ ہمیں انتظار ہے

ربوہ کے ذرّے ذرّے کو دیدار کی طلب
تیرے فدائیوں کو تیرے پیار کی طلب
سرمایۂ حیات یہی تیرا پیار ہے		اَب آ بھی جایئے کہ ہمیں انتظار ہے

فتح وظفر کا ہاتھ میں پرچم لئے ہوئے
جلوہ فروز آپ ہوں جلدی خدا کرے
شبیر کی دُعا یہی لیل ونہار ہے		اَب آ بھی جایئے کہ ہمیں انتظار ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقام کی وسعتیں، رفعتیں اور اس کی آفاقیت

مولانا ہادی علی چودھری، پروفیسر جامعہ احمدیہ کینیڈا

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:

”اِنِّی عِنْدَ اللّٰہِ فِی اُمِّ الْکِتَابِ لَخَاتَمُ النَّبِیّٖنَ وَ اِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِی طِیْنِہٖ“

(مسند احمد،مسند الشامیّین حدیث عرباض بن ساریة)

کہ میں اس وقت سے اللہ تعالیٰ کے ہاں اُمّ الکتاب میں خاتم النبیّین تھا جبکہ آدمؑ ابھی تخلیق کے مراحل میں تھے۔

اپنے اس فرمان میں آنحضرت ﷺ نے زمانی لحاظ سے اور تخلیقِ انسانی کے اعتبار سے اپنے آپ کو اوّل قرار دیا ہے۔ یعنی آپؐ اس وقت سے ہی خاتم النبیّین ،نبیوں کے مصدّق تھے جب تخلیقِ انسانی کی شروعات ہوئی تھیں۔ اس اوّل کا آخر یہ ہے کہ آپؐ اس وقت تک خاتم النبیّین ہیں جب تک اس دنیا کی صف لپیٹ نہیں دی جاتی۔ چنانچہ آپؐ اپنی دو انگلیوں کو جوڑ کر صحابہؓ سے فرماتے ہیں:

”اَنَا وَالسَّاعَةُ کَھَاتَیْنِ“

(مسلم کتاب الجمعة باب تخفیف الصلوٰة و الخطبة)

کہ میں اور قیامت اس طرح ملے ہوئے ہیں۔

اس پہلو سے آپؐ آخر ہیں۔ اس سے آنحضرت ﷺ کے فیض کا اندازہ ہوتا ہے کہ آپؐ ابتدائے آفرینش سے انتہائے دنیا تک نہ صرف تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں بلکہ انبیاء علیہم السلام کے بھی مصدّق ہیں۔ تخلیقِ انسانی کا اوّل بھی آپؐ سے مُعنون ہے اور آخر بھی۔ پھر زمین پر نوعِ انسانی کی جبینِ نیاز کے سجدوں کی فروتنی اور گہرائی سے لے کر آسمانوں کی رفعتوں کے انتہائی مقام تک آپؐ ہی کی نبوّت کا نقش ہے۔ آپؐ نے سجدہ کا فلسفہ یہ بتایا کہ جب ایک بندہ تواضع اور انکساری دکھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ساتویں آسمان تک کی رفعتیں عطا فرماتا ہے۔ آپؐ کی عبودیّت کے سجدہ کی یہ گہرائی تھی کہ آپ کو وہ معراج عطا ہوا کہ بلند ترین افق پر آپؐ کا جلوہ ظاہر ہوا اور آپؐ کے وجود کے ساتھ قوسِ بشریّت و نبوّت ،قوسِ الوہیّت سے اس طرح ہم آہنگ ہوگئی کہ گویا دونوں میں درمیانی وِتر ایک ہوگیا۔(النجم:10) اور پھر اس قوس نے کائنات کو جلوۂ محمّدی سے افق تا افق بھر دیا۔ یعنی خدا تعالیٰ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی حمد سے ساری دنیا مستقل طور پر معمور ہوگئی اور یہ ارض و سماء اس سے ایک لحہ کے لئے بھی خالی نہیں رہے۔

اس کا ایک منظر یہ ہے کہ اسلامی نمازوں کے اوقات ایسی ترتیب رکھتے ہیں کہ دن کے طلوع اور غروب کے ساتھ ساتھ زمین کے محور میں آگے سرکتے چلے جاتے ہیں اور یکے بعد دیگرے ایک علاقہ کے ساتھ ہی دوسرے علاقہ میں نمازیں پڑھی چلی جارہی ہیں۔ اس طرح یہ ارض و سماء بغیر کسی وقفہ کے مسلسل اللہ تعالیٰ کے ذکر اور رسول اللہ ﷺ کی حمد سے بھرے رہتے ہیں۔ چنانچہ حبقوق نبیؑ نے اس منظر کو اس طرح پیش فرمایا ہے کہ:

’’ خدا تیمان سے آیا اور قدوس کوہِ فاران سے۔ ....اس کا جلال آسمان پر چھا گیا اور زمین اس کی (روشنی) سے معمور ہو گئی اس کی جگمگاہٹ نور کی مانند تھی۔ اس کے ہاتھ سے کرنیں نکلتی تھیں اور اس میں اس کی قدرت نہاں تھی۔‘‘

(حبقوق4,3:3)

اس پیشگوئی کے مطابق نماز کے ذریعہ اور درود شریف کے وِرد کے ذریعہ دنیا اللہ تعالیٰ کے ذکر اور آنحضرت ﷺ کی حمد سے ہر وقت لبریز رہتی ہے۔ دنیا کا اور کوئی مذہب نہیں جو یہ دعویٰ کر سکے کہ اس پیشگوئی کا مصداق محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ بھی کوئی اور نبی ہو سکتا ہے۔ نہ عیسائیوں کی ہفتہ وار عبادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں اس پیشگوئی کو پورا کرنے کا موجب ہو سکتی ہے نہ کسی اور مذہب کی عبادت کسی اور نبی میں۔

پس آنحضرت کے اوصافِ حمیدہ اور ارفع و برتر گمان وہم شان کا ایک پہلو یہ ہے کہ مرتبی، زمانی اور مکانی لحاظ سے آنحضرت ﷺ کا فیض اس کائنات میں ابتداء سے انتہاء تک موجود ہے۔ زمین و آسمان کی وسعتیں اور رفعتیں خدا تعالیٰ کے ساتھ آپؐ کی حمد سے بھی معمور ہیں۔ دنیا میں اس پایہ اور مرتبہ کا کوئی نبی تو کجا، کسی صحیفہ میں نبوّت کا ایسا تصوّر تک نہیں پایا جاتا۔ بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ، حکم وعدل حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اس عالی مقام کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

’’ بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ حقیقی طور پر کوئی نبی بھی آنحضرت ﷺ کے کمالاتِ قدسیہ سے شریک و مساوی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ تمام ملائکہ کو بھی اس جگہ برابری کا دم مارنے کی جگہ نہیں چہ جائیکہ کسی اَور کو آنحضرت ﷺ کے کمالات سے کچھ نسبت ہو۔‘‘

(براھین احمدیہ روحانی خزائن جلد1 حصہ سوم صفحہ268 حاشیہ نمبر 1)

آپؐ مزید فرماتے ہیں:

’’ وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسانِ کامل کو وہ ملائک میں نہیں تھا، نجوم میں نہیں تھا، قمر میں نہیں تھا، آفتاب میں بھی نہیں تھا، وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا، وہ لعل اور یاقوت اور زمرّد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی و سماوی میں نہیں تھا۔ صرف انسان میں تھا۔ یعنی انسانِ کامل میں۔ جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سیّد و مولیٰ سیّد الانبیاء سیّد الاحیاء محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ سو وہ نور اس انسان کو دیا گیا اور حسبِ مراتب اس کے تمام ہم رنگوں کو بھی یعنی ان لوگوں کو بھی جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے تھے۔۔۔ اور یہ شان اعلیٰ اور اکمل اور اتم طور پر ہمارے سیّد ہمارے ہادی نبی اُمّی صادق مصدوق محمد مصطفیٰ ﷺ میں پائی جاتی تھی۔‘‘

(آئینہ کمالاتِ اسلام روحانی خزائن جلد5 صفحہ 160)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّم اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

محمد فاتح (ﷺ)

حَکَم وعدَل، بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت ﷺ کی فتح و نصرتِ الٰہی سے معمور اور کامیابیوں سے بھرپور زندگی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’ آنحضرت ﷺ کی زندگی ایک عظیم الشان کامیاب زندگی ہے۔ آپؐ بلحاظ اپنے اخلاق فاضلہ کے اور کیا بلحاظ اپنی قوّتِ قدسی اور عقدِ ہمّت کے اور کیا بلحاظ اپنے کامل نمونہ اور دعاؤں کی قبولیّت کے۔ غرض ہر طرح اور ہر پہلو میں چمکتے ہوئے شواہد اور آیات اپنے ساتھ رکھتے ہیں کہ جن کو دیکھ کر ایک غبی سے غبی انسان بھی بشرطیکہ اس کے دل میں بیجا غصّہ اور عداوت نہ ہو، صاف طور پر مان لیتا ہے کہ آپؐ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کا کامل نمونہ اور کامل انسان ہیں۔‘‘

(الحکم 10 /اپریل 1902)

آنحضرت ﷺ کی سیرت و سوانح اور حالاتِ زندگی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اپنی زندگی کے ہر لمحہ میں ایک مخالفانہ

جدّ وجہد کا سامنا تھا۔آپؐ بھاری بھر کم مسائل کے لامحدود اور طویل سلسلہ اور محدود ترین وسائل کے درمیان آپؐ زندگی کے سفر پر بڑی تیزی کے ساتھ رواں دواں رہے۔ ہر قسم کے مسائل اور رکاوٹوں کے باوجود آپؐ کو وہ غیر معمولی عظیم الشان اور بے مثال کامیابیاں نصیب ہوئیں جو آپؐ کی بعثت کا مقصود تھیں۔ آپؐ کی کامیابیوں کے مقام تک انسانی سوچ کی رسائی ممکن نہیں۔

جہانتک مسائل کا تعلق ہے، گزشتہ صفحات سے واضح ہوتا ہے کہ آپؐ کی جان کو ہر وقت خطرہ تھا، والدین سے محرومی، ان کی سر پرستی کا فقدان، معاش کی تنگی، اموال کی قلت، دوستوں کا دشمن میں بن جانا، دشمنوں کی سازشیں، قوم کی عداوت، جسمانی تکالیف، ہم وطنوں کی طرف سے سیاسی، تمدنی، معاشرتی، معاشی اور مذہبی پابندیاں اور آپؐ کے ہر کام میں رکاوٹیں، اولاد کی وفات کے صدمے، بیٹیوں کی شادیوں کے مسائل اور ان کے دکھ، ازواج کی ذمہ داریاں، جان نثاروں کی تکالیف، اپنوں کی اموات کے غم، غربت و افلاس اور خوف و ہراس کی حالتیں، نیز یہود کی طرف سے خطرات، ان کی مسلسل سازشوں کے جال، ان کے قاتلانہ حملے، ان کے ساتھ منافقوں کی دسیسہ کاریاں، دشمنوں کی پے در پے ڈکیتیاں اور یلغاریں، چاروں اطراف سے حملوں کی ظالمانہ منصوبہ بندیاں، خوفناک جنگوں کا ہجوم، نو واردوں کے انتہائی وحشتناک فریب، صحابہؓ کی بکثرت شہادتیں، عرب کی دونوں جانب کی دودیوہیکل سلطنتوں کی طرف سے جارحیت، وغیرہ وغیرہ بیسیوں مشکلات تھیں جو ہر لحہ اور ہر قدم پر آپؐ کے سامنے سدِّ راہ بنتی تھیں۔ آپؐ کی ہر تعلیم، تبلیغ اور جدّ وجہد اپنے مثبت اور روشن پہلوؤں کے باعث اس معاشرہ کے مذہب، اقدار، روایات، رسم و رواج وغیرہ سے بھی کلّیۃً مخالف تھی۔

اس عمومی خاکہ سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ کے سامنے ہر لحہ رکاوٹیں ہی رکاوٹیں تھیں جو ایک سے ایک بڑھ کر شدید تھیں۔ مجموعی مسائل تو کجا، بسا اوقات ان میں سے ایک مسئلہ کے باعث ہی افراد زندگی کی مستقل ناکامیوں کے گڑھے میں اتر جاتے ہیں۔ قومیں ایسے شدائد کے مقابل پر تزلزل اور تنزل کا شکار ہو جاتی ہیں۔ مگر عظمت ہے اس پاک محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ بابرکات کی کہ باوجود اس کے کہ ہمہ وقت ہر قسم کی مشکلات، رکاوٹیں اور شدائد مجموعی طور پر آپؐ کے مقابلہ میں مستعد و متحرک رہتی تھیں، آپؐ ایسے کامیاب و کامران رواں دواں رہے کہ اپنی بعثت کی غرض کو اس کی انتہائی حدود تک احسن طور پر پہنچایا اور پورا فرمایا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپؐ کے ساتھ خدا تھا بلکہ سابقہ نوشتوں کے مطابق اور قرآنِ کریم کے بیان میں آپؐ کا ظہور خدا تعالیٰ کا ظہور قرار پایا تھا۔ آپؐ کے کاموں کی غیر معمولی کثرت تھی اور اس کے مقابل پر آپؐ کے پاس وقت کی انتہائی قلت تھی۔ آپؐ کی مکّی زندگی کے تیرہ سال تو محض جدّ وجہد اور تکالیف میں گزرے تھے جن میں ترقی کی نسبت بقا کا مسئلہ زیادہ درپیش تھا۔ پھر مدنی زندگی میں بھی ابتدائی پانچ سال مدینہ پر دشمنوں کی طرف سے جارحانہ یلغار، مسلسل لوٹ مار، خوف و ہراس، ڈکیتیوں، حملوں اور جنگوں کے دفاع میں گزرے اور اس کے بعد بھی یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا بلکہ پیہم ایک سے ایک بڑھ کر مہم درپیش رہی۔ مسلسل ایسے حالات میں جس طرح آپؐ نے باثمر کامیابیاں پائیں دنیا میں اس کا ہزارواں حصہ بھی کسی انسان نے نہیں پایا۔ اس پر مستزاد یہ کہ آپؐ نے نہ صرف یہ کہ اپنی زندگی میں یہ کامیابی اور فتح پائی بلکہ قیامت تک کے لئے دنیا میں اسلام کی حفاظت و کامیابی کا نظام بھی قائم فرما دیا۔ اس کے ساتھ آپؐ نے آخرت کے لئے بھی ایسی ہدایت و روشنی عطا کی کہ جس کے ذریعہ انسان اخروی زندگی میں بھی سرخرو ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کا قرب پاتا ہے۔ آپؐ نے دنیا کے ماحول اور مزاج کو بدل کر رکھ دیا۔ آپؐ نے انسان کو زندگی کا ایسا لائحہ عمل عطا کیا جو اس کی روحانی، اخلاقی اور طبعی حالتوں نیز زندگی کے ہر شعبہ پر پوری طرح مؤثر اور حاوی تھا اور اس کی ہر قسم کی ضروریات کے لئے مکمل ہدایت و رہنمائی تھا۔ ان ضروریات کے چند پہلو حسبِ ذیل ہیں۔

الٰہیات

ہستی باری تعالیٰ کے ثبوت، صفاتِ باری تعالیٰ کا علم، صفاتِ باری تعالیٰ کا اظہار، لقائے الٰہی کے ذرائع، لقائے الٰہی کے منظر، وحی والہامِ الٰہی،

وحی و الہام کی نوعیت، اس کی اقسام اور اس کے شواہد، علومِ غیب کا علم، رؤیا و کشوف کی حقیقت، توحید کا بیان، توحید کا فلسفہ، توحید کی اہمیّت، توحید کی برکات، شرک کی تشریح، شرک کے نقصانات، شرک کا قلع قمع، توکّل، صبر، ایمان، یقین اور دیگر بے شمار پہلوؤں کا بیان۔

عبادات

فرض اور نفلی عبادتوں کا بیان، ان کی تفصیلات اور تفصیلی قواعد کی تعلیم، ارکانِ اسلام یعنی کلمہ شہادت، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی فرضیّت اور ان کے تفصیلی قواعد وضوابط پر مبنی تعلیم اور شرعی احکام، ارکانِ ایمان یعنی اللہ تعالیٰ، فرشتوں، نبیوں، الٰہی کتابوں، یومِ آخرت اور تقدیرِ خیر وشرّ کا بیان اور ان کی تفصیلی تعلیم، دعاؤں کی اہمیّت اور قبولیّت کا بیان، انسان کی عملی زندگی سے عبادات کا رشتہ، عبادت یعنی عبودیت، اطاعت، سجدہ و رکوع وغیرہ کی فلاسفی، تسبیح وتحمید، تقویٰ، توبہ واستغفار، صبر وشکر غرض عبادت کی ہر قسم اور اس کے ہر رُخ اور ہر پہلو کی وضاحت۔

روحانیّت

نیکی اور گناہ کا تصوّر، روح اور جسم کا تعلق، روحانی حالتیں، روح کی جلاء کے سامان، روحانیت میں ترقی کے ذرائع، روحانیّت کی ضرورت، روحانیت کے باعث انسان کا دیگر مخلوقات سے ممتاز ہونا، روح کی غذا، روح کی تسکین کے ذرائع، وغیرہ۔

اخلاق

اخلاق کی وضاحت وتشریح، انسان کی اخلاقی حالتوں کا بیان، اخلاق کی جامع تعلیم، انفرادی طور پر انسان کی ترقی میں اخلاق کا حصہ، تعمیرِ معاشرہ میں اخلاق کا کردار، ہر شعبۂ زندگی میں اخلاق کی ضرورت، اخلاقی بیماریوں کی وضاحت اور شناخت، انفرادی اور اجتماعی لحاظ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ضرورت۔

زندگی کے مختلف اوقات اور مواقع میں اخلاق کا اظہار، جنگوں میں اخلاق کی تعلیم، امن کی صورت میں اخلاق کی وضاحت، غرض ہر محل اور موقع کے مطابق اخلاقی پہلوؤں کا بیان، انفرادی اور قومی اخلاق کی وضاحت۔

عدل، احسان، ایتائے ذی القربیٰ، عفو و درگزر، مکروہات سے اجتناب، تجسّس اور غیبت، قوّتِ غضب اور قوّتِ شہوت میں تعدیل، نفسانی خواہشات کا ترک کرنا، فحشاء سے اجتناب، حقوق وفرائض کی ادائیگی۔

اخلاقِ حسنہ مثلاً عفو و رحم، دشمنوں پر رحم، عدل و انصاف، پابندیٔ عہد، حلم و بردباری، شفقت و رأفت، تواضع و انکسار، ایثار، بشاشت وخوش کلامی، شجاعت و بہادری، صبر واستقامت، صدق و وفا، استغناء، شرم و حیا، عفت و پاکدامنی، امانت، سخاوت، قول وعمل کی سچائی اور یگانگت، زہد و ورع، وغیرہ وغیرہ۔

اخلاقِ سیّہ مثلاً فحشاء، منکر اور بغی، جھوٹ، جھوٹی قسمیں، وعدہ خلافی، خیانت، بددیانتی، غدّاری، دھوکہ، بہتان تراشی، غیبت، بدگوئی، بدظنّی، خوشامد، بخل، طمع، چوری، ناپ تول میں کمی، ذخیرہ اندوزی، رشوت، بغض و کینہ، ظلم، ریاکاری، حسد، اسراف، فحش کلامی، وغیرہ وغیرہ کے بارہ میں تفصیلی تعلیمات۔

مذہب

مذہب کی حقیقت، مذہب کی ضرورت، مذہب کی غرض و غایت، سچے مذہب کی نشانیاں، اسلام اور دیگر مذاہب، دیگر مذاہب سے تعلقات، زیرِ نگیں دیگر مذاہب کی مذہبی تعلیمات واقدار کا تحفّظ، مذہبی رواداری، مذہبی عبادتگاہوں کا تحفّظ، انبیاء و پیشوایانِ مذاہب کے ناموس کی حفاظت۔ وغیرہ وغیرہ

نبوّت

نبوّت کی ضرورت، نبوّت کے خواص، نبیوں کی تصدیق، نبوّت کے فیض، نبوّت کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی صفات کا اظہار، وحی نبوّت، نبوّت کے

ذریعہ علمِ غیب کا اظہار، نبوّت کی صداقت کے معیار، خلافتِ خداوندی یعنی خلیفۃ اللہ، خلافت بعداز نبوّت، وغیرہ اقسامِ خلافت۔

عالمِ معاد

موت کا فلسفہ، جسم وروح کا انقطاع، حیات بعد الموت، قبر، عالمِ برزخ، جنّت اور دوزخ کی حقیقت، نعمائے جنّت اور عذابِ دوزخ کا بیان، جنت کا دوام، جہنم کی عارضی حیثیت۔

عائلی زندگی

والدین کا اکرام، ان کے حقوق، صہری اور نسبی رشتوں کے تقدّس کا قیام، رحمی رشتوں کا مقام اور ان کا تحفّظ، عورت کا تحفّظ اور اس کے بلند مقام کا تعیّن، بیوی کے حقوق وفرائض، خاوند کے حقوق وفرائض، بیوی کے جذبات کا احساس، بچوں کا اکرام، ان کی تعلیم اور تربیّت کے سامان، ان کی عبادت کا خیال، ان کی اخلاقی اور روحانی راہنمائی، ان کو اپنے سے اچھی حالت میں پیچھے چھوڑ کر جانا، ان کی جملہ ضروریات کا تحفّظ، گھر کے نان نفقہ کے بارہ میں تعلیم، ترکہ میں حصّوں کا بیان، شادی کی اہمیّت، اس کے قواعد وقوانین اور تعلیمات، اہل وعیال سے حسنِ سلوک کی تعلیم۔

سیاست

حکمرانوں کے لئے تعلیم، سفارت کاری کے قواعد اور آداب، سفیروں کا تحفّظ، حکمرانوں سے پیغام رسانی کے آداب، معزّزینِ قوم کی تکریم، معاہدات کے بارہ میں تعلیم اور اصول، ہمسایہ قوموں سے تعلقات، ان کے تحفظات کا خیال، غیر قوموں سے سلوک، غیر قوموں کا احترام، غیر زبانوں کا تحفّظ، مشاورت کا نظام، عہدیدار، امراء وسپہ سالارِ فوج مقرر کرنے کا طریق، قبائل میں امراء کا تقرر، سردارانِ قبائل واقوام اور بادشاہانِ مملکت کے ساتھ معاملات کے آداب، ان کے اعزازات کا تحفظ اور ان کے مقام کی تکریم، سفیروں کا تحفظ اور تکریم وغیرہ

زیرِنگین علاقوں کا تحفظ، محکوموں اور ذمّیوں سے سلوک کے بارہ میں تعلیم، عوام کے حقوق وفرائض کا تعیّن، ان کا تحفظ، وطن سے محبّت کی تعلیم، ہم وطنوں سے سلوک، زمینوں کے مالکانہ حقوق کا تحفظ، جائیدادوں اور اموال کے تحفظ کی تعلیم اور قانون، قومی مساوات کا قیام وغیرہ وغیرہ

معاشرتی اقدار

اکرامِ ضیف، ہمسایوں سے سلوک، راستہ کے آداب، گھر میں اخلاق، گھر سے باہر اخلاق، راستوں کی صفائی، راہگیروں کا تحفظ، امن وسلامتی کے قیام کے قوانین، جرائم کی روک تھام، ظلم کی روک تھام، تعلیم وتدریس کے نظام کا قیام، تربیّت کا نظام، بدرسومات کا قلع قمع، خوشی اور غم کے مواقع کے بارہ میں تعلیم۔

معاشرہ میں مختلف طبقات، اقوام، نسل اور اچھی روایات وغیرہ کے تحفظات اور ان کے بارہ میں تاکیدی تعلیمات، بڑوں کے ادب اور چھوٹوں سے حسنِ سلوک کی تعلیم، غلاموں، قیدیوں، بے کسوں کو معاشرہ کا کارآمد حصّہ بنانے کے لئے تعلیم، ان کے حقوق کا تحفظ، ہمسایہ، بیوگان، یتامیٰ، حاجت مند، مسافر، حتّٰی کہ جانوروں کے حقوق کا تحفظ، غرباء کے حقوق کا خیال، دولتمندوں کے فرائض اور ذمّہ داریوں کا تعیّن، مجلس، گفتگو، ملنا جلنا، چلنا پھرنا، سفر، لباس، کھانا پینا، خوشی وغم میں شرکت، کام کاج میں مدد، لین دین اور برتاؤ، وغیرہ وغیرہ کی تفصیلی تعلیمات اور قواعد۔

معاشی واقتصادی نظام

کامل اقتصادی نظام کے اصول وقوانین، کاروبار اور تجارتوں کے قوانین، ذخیرہ اندوزی اور دیگر تجارتی بیماریوں کا قلع قمع، سود کی ممانعت، بیع وشرٰی کے اصول، آجر اور اجیر کے حقوق وفرائض کا تعیّن وتحفّظ، اجرت کے اصول وقوانین، لین دین کے مختلف پہلوؤں کی تشریح، ناداروں، یتامیٰ اور زیرِ نگین افراد کے معاشی تحفظات کے لئے اصول وقوانین، زمینوں، کارخانوں،

تجارتوں، معدنیات، مویشی اور دیگر ذرائع آمد کے بارہ میں تفصیلی قوانین، رہن اور مختلف قسم کے قرضوں کے قوانین وغیرہ وغیرہ

جامع مالی نظام کا اجراء، کن سے اموال لئے جائیں؟ کس شرح سے لئے جائیں؟ کس کس مدّ میں لئے جائیں؟ ان حاصل شدہ اموال کے مصارف کیا کیا ہیں؟ اموال جمع کرنے والے کن اصولوں کے پابند ہوں گے؟ بیت المال پر کون تصرّف رکھتا ہے؟ امور، ٹیکس، زکوٰۃ، جزیہ اور خراج وغیرہ کے نظام۔

مذہبی اقدار

پہلے نبیوں پر ایمان، الٰہی کتب پر ایمان، نبیوں کی تعلیموں میں سے بہترین حصّہ کو اختیار کرنا، شریعت کی تکمیل، نبوّت کے تمام کمالات کا مظاہرہ، پہلی شریعتوں کی تصدیق، مذہب کے اختیار میں جبر وتشدّد کی نفی، مذہبی رواداری کے انتہائی اعلیٰ اصولوں کا قیام، دوسرے مذاہب کو بنیادی اکائی یعنی توحید پر قائم کرنے کی دعوت وکوشش، مذہب پر عمل میں آسانی اور توازن اور عدل کا قیام وغیرہ

شعائر اللہ کی حرمت کا قیام، دیگر مذاہب کے عبادت خانوں کے تقدّس کی حفاظت، ان کی عمارتوں کی حفاظت، خانہ کعبہ، مسجدِ نبوی، مسجد اقصیٰ اور دیگر مساجد کی حرمت اور حفاظت کا اعلان، مقاماتِ حج کے تقدّس اور ان کی حرمت کا قیام، المسجد الحرام اور حرم کے تقدّس کا اعلان، حدودِ حرم کی حفاظت اور ان کی حرمت کا اعلان وغیرہ

معاملات

قانون سازی، قضا، عدل و عدالت، نظم و ضبط، حدود، تعزیرات، وراثت کے قوانین، قصاص و دیّت، نکاح وطلاق، اور دیگر انواع واقسام کے معاملات نیز فیصلوں کی تنفیذ کا نظام وغیرہ

غنائم کے قوانین، مثلاً خمس، عشر وغیرہ، علاقوں کے امراء، والیانِ ریاست، عاملین اور ائمّہ کے تقرر وغیرہ

اکل وشرب

حلال وحرام کا امتیاز، طیّب اور پاکیزہ خوراک، ناجائز ذرائعِ رزق کی مناہی، خوراک کے انسانی صحت اور اخلاق پر گہرے اثر کی نشاندہی، بعض جانوروں کے گوشت کھانے کی ممانعت، بعض قسم کے گوشت کھانے کی ممانعت، مردار اور خون وغیرہ کھانے کی ممانعت، کھانے کے آداب، کھانے کی مقدار وغیرہ

کتاب

کامل شریعت، ہدایت ونور، کامیابی کی راہ، دنیوی ودینی ضروریات مہیّا کرنے والی، کمالات وخوبیوں کے لحاظ سے آخری کتاب، آخری شریعت، قیامت تک کی ضروریات کو پورا کرنے والی، قیامت تک کے لئے خدا تعالیٰ کی حفاظت کے تحت محفوظ، سب سے زیادہ پڑھی جانے والی، ہر زمانہ اور ہر قوم کے لئے راہنمائی مہیّا کرنے والی، روحانیّت کے ہر مقام پر فائز انسان کے لئے راہنما کتاب عطا فرمائی۔

قوّتِ قدسیہ

ایک گری ہوئی قوم کو گویا حیوانیت سے اٹھا کر انسان بنانا اور انسان سے با خدا اور خدا نما انسان بنانا، صحابہؓ کو روحانیّت کے اعلیٰ مدارج پر پہنچانا، ابتدائے دنیا سے جاری اور قیامت تک ممتدّ قوّتِ قدسیہ، قیامت کے بعد شفاعت، دنیا میں اسوۂ حسنہ، اطاعتِ رسول ﷺ روحانی انعامات، صالحیت، شہادت، صدیقیت اور نبوّت کے حصول کا موجب، امّت میں خلافتِ راشدہ، مجدّدیّت، ولایت کا غیر منقطع سلسلہ، تا قیامت وحی والہام کا نزول، ملائکہ کا نزول، تعلق باللہ، ایمان، عرفان اور ایقان کا مسلسل جاری سلسلہ، رؤیائے صالحہ اور مبشّرات کا جاری سلسلہ اور متفرّق ذرائع سے امّت پر تا قیامت آنحضرت ﷺ کی نگرانی اور گواہی کے سامان۔

امت کے آخری حصہ میں مسیح کا نزول،اس کی جماعت میں خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا قیام،مشاورت کا کامل نظام،اشاعتِ دین، دعوت وتبلیغ،اور تلقین وتربیّت اور اصلاحِ نفس کا وسیع عالمی نظام،وغیرہ وغیرہ

الغرض اس وقت تک ساری دنیا میں اسلام وہ واحد مذہب ہے جو قابلِ عمل ہے اور اپنی سچائی کے زندہ نشان دکھاتا ہے۔اس پر عمل پیرا ہونے سے انسان خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرسکتا ہے۔

یہاں اس حقیقت کے بیان سے قلم رکتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو سراجِ منیر یعنی عالمِ روحانی کا سورج قرار دیا ہے۔اس کائنات کے ظاہری سورج کی روشنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر کرتی ہے۔رسول اللہ ﷺ روحانی کائنات کے سورج ہیں۔آپؐ کی روشنی نے جس طرح صدیوں کے تاریک دلوں کو ایک لپک میں منوّر کیا،اس کی مثال کسی شے میں نہیں ملتی حتّٰی کہ وہ ظاہری سورج میں بھی مفقود ہے۔

آپؐ کے نور نے غریب اور بے کس افرادِ معاشرہ سے لے کر صاحبِ اقتدار اور بااختیار حکمرانوں تک کے دلوں کو اس طرح منوّر کیا کہ وہ دینِ خدا کے لئے اپنا سب کچھ پیش کرنے کے لئے اور اس پر قربان ہونے کے لئے ایک ہی صف میں مستعد کھڑے نظر آتے ہیں۔آپؐ کے نور سے ان کی روح وجان ایسی منوّر ہوئی کہ وہ روشنی حالات کے کسی بھی تقاضے کے سامنے ماند نہ ہوئی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوّت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں،یعنی وہی نبیوں کا سردار، رسولوں کا فخر،تمام رسولوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفیٰ واحمد مجتبیٰ ﷺ ہے جس کے زیرِ سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزاروں برس تک نہیں مل سکتی تھی۔''

(سراج منیر روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 182)

سیاسی غلبہ

آنحضرت ﷺ کی زندگی میں عرب کا مرکزی خطہ مکمل طور پر نظامِ اسلام کے تحت آچکا تھا۔اس خطہ کی حدود مشرق میں خلیجِ عمان اور خلیج فارس تک وسیع تھیں اور مغرب میں بحیرۂ احمر تک بلکہ اس کے ورے حبشہ میں بھی اسلام کا بیج بویا جا چکا تھا۔جنوب مشرقی سمت میں بحرِ ہند اور شمال میں شام کی حدود میں بحرِ متوسط تک کے بعض علاقے اسلام کے نظام کے تحت آچکے تھے۔

والیانِ ریاست میں سے بحرین کے منذر بن ساویٰ،ہجر کے اُسی بخت،حبشہ کے النجاشی،یمن کے گورنر باذان بن ساسان نیز ملوکِ حمیر، عمان کے عبید وجعفر،دُومۃ الجندل کے اکیدر بن مالک،اَیلہ کے یوحنہ بن روبہ، معان کے فروہ بن عمرو الجذامی قابلِ ذکر ہیں۔اسی طرح مختلف قبائل کے سردار بکثرت آغوشِ اسلام میں آچکے تھے۔جن میں سے حسبِ ذیل قابلِ ذکر ہیں۔قبیلۂ دوس کے طفیل بن عمرو الدوسی،قبیلہ بنو ثقیف کے عروہ بن مسعود اور عبد یالیل،ہمدان کے عامر بن شہر،یمامہ کے ثمامہ بن اثال،بنوسعد کے ضمام بن ثعلبہ،طئی کے عدی بن حاتم الطائی اور زید الخیر وغیرھم۔گویا مرکزی خطۂ عرب مکمل طور پر اسلام کے نور سے منوّر ہو چکا تھا۔

آنحضرت کے بعد خلافتِ راشدہ کے زمانہ میں دنیا کی دونوں عظیم سلطنتیں روم وفارس پر بھی مسلمانوں کا تسلّط قائم ہو گیا تھا۔اور پھر دنیا کا ایک بڑا حصہ اسلام کے تحت آگیا اور صدیوں تک اسلام کے زیرِ تسلّط رہا۔

بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مسیحِ موعود ومہدیٔ معہود علیہ السلام اپنے آقا ومولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی کامیابیوں اور فتوحات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''کیا یہ حیرت انگیز ماجرا نہیں کہ ایک بے زر، بے زور، بے کس،اُمّی،یتیم تنہا،غریب ایسے زمانہ میں کہ جس میں کہ ہر ایک قوم پوری پوری طاقتِ مالی اور فوجی اور علمی رکھتی تھی،ایسی روشن تعلیم لایا کہ اپنی براہینِ قاطعہ اور حجج واضحہ سے سب کی زبان بند کر دی اور بڑے بڑے لوگوں کی جو حکیم بنے پھرتے تھے اور فیلسوف کہلاتے تھے،فاش غلطیاں نکالیں اور پھر باوجود بے کسی اور غریبی کے زور بھی ایسا دکھایا کہ بادشاہوں کو تختوں سے گرا دیا اور اُنہیں تختوں پر غریبوں کو بٹھایا۔اگر یہ خدائی تائید نہیں تھی تو اور کیا تھی۔کیا تمام دنیا پر عقل اور علم اور

طاقت اور زور میں غالب آ جانا بغیر تائیدِ الٰہی کے بھی پیدا ہوا کرتا ہے؟

خیال کرنا چاہئے کہ جب آنحضرتؐ نے پہلے پہل مکّے کے لوگوں میں منادی کی کہ میں نبی ہوں، اس وقت ان کے ہمراہ کون تھا اور کس بادشاہ کا خزانہ ان کے قبضہ میں آ گیا تھا کہ جس پر اعتماد کر کے ساری دنیا سے مقابلہ کرنے کی ٹھہر گئی یا کونسی فوج اکٹھی کر لی تھی کہ جس پر بھروسہ کر کے تمام بادشاہوں کے حملوں سے امن ہو گیا تھا۔ ہمارے مخالف بھی جانتے ہیں کہ اس وقت زمین پر اکیلے اور بے کس اور بے سامان تھے۔ صرف ان کے ساتھ خدا تھا جس نے ان کو ایک بڑے مطلب کے لئے پیدا کیا تھا۔''

(براهینِ احمدیه روحانی خزائن جلد 1 صفحه 127)

'' ہمارے سیّد و مولیٰ نبیّنا محمد ﷺ کیسے کمزوری کی حالت میں مکّہ میں ظاہر ہوئے تھے۔ اور ان دنوں میں ابوجہل وغیرہ کفار کا کیا عروج تھا اور لاکھوں آدمی آنحضرت ﷺ کے جانی دشمن ہو گئے تھے۔ تو پھر کیا چیز تھی جس نے انجام کار ہمارے نبی ﷺ کو فتح اور ظفر بخشی۔ یقیناً سمجھو کہ یہی راستبازی اور صدق اور پاک باطنی اور سچائی تھی۔''

(راز حقیقت روحانی خزائن جلد 14 صفحه 156)

'' آپؐ ہر میدان میں مظفر و منصور ہوئے۔ آپؐ کے دشمن آپؐ پر کبھی قابو اور غلبہ نہ پا سکے اور آپؐ کے سامنے ہی ہلاک ہوئے۔ آپؐ کو بھیجا ایسے وقت میں گیا جب زمانہ آپؐ کی ضرورت کو خود ثابت کرتا تھا اور اٹھائے ایسے وقت میں گئے جب کہ کامل اصلاح ہو چکی۔ اور اپنے فرضِ منصبی کو پوری کامیابی کے ساتھ ادا کر چکے اور اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کی آواز آپؐ نے سن لی۔''

(الحکم 31/مارچ 1902)

'' آنحضرت ﷺ کی بیخ کنی کے لئے قریش نے کس قدر زور لگایا۔ وہ ایک قوم تھی اور آنحضرت ﷺ تنِ تنہا۔ مگر دیکھو کون کامیاب ہوا اور کون نامراد رہے؟''

(الحکم 17/جنوری 1907)

'' آنحضرت ﷺ کی پاک زندگی قابلِ فخر کامیابی کا نمونہ ہے اور وہ کامیابی ایسی عظیم الشّان ہے، جس کی نظیر کہیں نہیں مل سکتی۔ آپؐ جس بات کو چاہتے تھے جب تک اس کو پورا نہ کر لیا، آپؐ رخصت نہیں ہوئے۔ آپؐ کی روحانیت کا تعلق سب سے زیادہ خدا تعالیٰ سے تھا اور آپؐ اللہ تعالیٰ کی توحید کو قائم کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ کون اس سے ناواقف ہے کہ اس سرزمین میں جو بتوں سے بھری ہوئی تھی ہمیشہ کے لئے بت پرستی دور ہو کر ایک خدا کی پرستش قائم ہو گئی۔ آپؐ کی نبوّت کے سارے ہی پہلو اس قدر روشن ہیں کہ کچھ بیان نہیں ہو سکتا۔

آپؐ ایک خطرناک تاریکی کے وقت دنیا میں آئے اور اس وقت گئے جب اس تاریکی سے دنیا کو روشن کر دیا۔ آنحضرت ﷺ کی نبوّت اور آپؐ کی قدسی قوّت کے کمالات کا یہ بھی ایک اثر اور نمونہ ہے کہ وہ کمالات ہر زمانہ میں اور ہر وقت تازہ بتازہ نظر آتے ہیں اور کبھی وہ قصّہ یا کہانی کا رنگ اختیار نہیں کر سکتے۔''

(الحکم 24/فروری 1904)

جیسا کہ پہلے لکھا گیا ہے کہ کائنات میں افق تا افق آنحضرت ﷺ ہی کا جلوہ ہے اور آپؐ کی کامیابی ساری کائنات پر محیط ہے۔ پس اب صرف اور صرف آنحضرت ﷺ کی فتح ہے اور اس دنیا میں دینِ محمّدی کا غلبہ خدا تعالیٰ کی ایسی تقدیر ہے جو نافذ ہو رہی ہے اور نافذ ہو کر رہے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

'' آخر توحید کی فتح ہے۔ غیر معبود ہلاک ہوں گے اور جھوٹے خدا اپنے خدائی کے وجود سے منقطع کئے جائیں گے۔۔۔ نئی زمین ہو گی اور نیا آسمان ہو گا۔ اب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا۔ اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا۔ اور بعد اس کے توبہ کا دروازہ بند ہو گا۔ کیونکہ داخل ہونے والے بڑے زور سے داخل ہو جائیں گے اور وہی باقی رہ جائیں گے جن کے دل پر فطرت کے دروازے بند ہیں اور نور سے نہیں بلکہ تاریکی سے محبت رکھتے ہیں۔ قریب ہے کہ سب ملّتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ

ٹوٹے گا نہ کند ہوگا جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں، ملکوں میں پھیلے گی۔ اس دن نہ کوئی مصنوعی کفارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا۔ اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نور اتارنے سے۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 304-305)

پس حتمی غلبہ اور حقیقی فتح آنحضرت ﷺ کی ہے۔ یہ وہ تقدیرِ الٰہی ہے جس کا نفوذ قطعی ہے، انشاءاللہ۔

وَ آخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

''کُلُّ بَرَکَۃٍ مِنْ مُحَمَّدٍ ﷺ فَتَبَارَکَ مَنْ عَلَّمَ وَ تَعَلَّمَ''

****

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

وہ خدا جس نے تمام ابتدائی اجسام و اجرام کو کروی شکل پر پیدا کر کے اپنے قانون قدرت میں یہ ہدایت منقوش کی کہ اس کی ذات میں کرویت کی طرح وحدت اور یک جہتی ہے اس لئے بسیط چیزوں میں سے کوئی چیز سہ گوشہ پیدا نہیں کی گئی یعنی جو کچھ خدا کے ہاتھ سے پہلے پہلے نکلا جیسے زمین آسمان سورج چاند اور تمام ستارے اور عناصر وہ سب کروی ہیں جن کی کرویت توحید کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ سو عیسائیوں سے سچی ہمدردی اور سچی محبت اس سے بڑھ کر اور کوئی نہیں کہ اُس خدا کی طرف ان کو رہبری کی جائے جس کے ہاتھ کی چیزیں اُس کو تثلیث سے پاک ٹھہراتی ہیں۔

اور مسلمانوں کے ساتھ بڑی ہمدردی یہ ہے کہ ان کی اخلاقی حالتوں کو درست کیا جائے اور ان کی ان جھوٹی امیدوں کو کہ ایک خونی مہدی اور مسیح کا ظاہر ہونا اپنے دلوں میں جمائے بیٹھے ہیں جو اسلامی ہدایتوں کی سراسر مخالف ہیں زائل کیا جائے۔

(روحانی خزائن جلد 15 مسیح ہندوستان میں، صفحہ 13،14)

اے احمدی بچو!

احمدی بچوں اور نوجوانوں کیلئے دعا

ڈاکٹر مہدی علی چوہدری۔ کولمبس، اوہائیو

اقلیمِ معارف کے سلطان بنو تم
ہوں رشکِ ملائک جو وہ انسان بنو تم

تم علم میں یکتا ہو، تم عمل میں لاثانی
یوں ملتِ احمد کی بلند شان کرو تم

ہو بختِ مسیحائی اے مسیحا کے غلامو
دنیا کے ہر اک درد کا درمان بنو تم

گرما دو زمانے کو توحید کے نعروں سے
گونجے جو کلیسا میں وہ آذان بنو تم

افلاک پہ تن جاؤ اک نور کی چادر سے
بے مثل ہو موتی سے، مرجان بنو تم

خورشید سے تاباں رہو دنیا کے افق پہ
اسلاف کی، اسلام کی پہچان بنو تم

ہو شان ہمالہ سی، پرواز ستاروں میں
ہر ایک بلندی کا ارمان بنو تم

دنیا کی ملے دولت، روحانی خزائن بھی
ہے میری دُعا صاحبِ قرآن بنو تم

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ

کے متعلق میرے بچپن کی کچھ یادیں

صالحہ قانتہ بھٹی، فلاڈلفیا

وہ خوش رنگ گیسُو وہ چہرے کا رُوپ
چھَٹے جس طرح سُنبلستاں سے دھوپ

اگر چہ ربوہ سے متعلق تاریخ میں تو بہت کچھ محفوظ ہو چکا ہے۔ تاہم خاکسار بھی اپنی کچھ یادیں بیان کرنا چاہتی ہے۔ (یاد رہے کہ 20 ستمبر 1948 میں ربوہ کی بنیاد پڑی تھی) یہ 1949 کی بات ہے کہ میرے والدین نے مجھے تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے نوشہرہ سے ربوہ بھجوا دیا تھا۔ میری رہائش اپنی بڑی ہمشیرہ محترمہ صفیہ صدیقہ صاحبہ اہلیہ محترمہ مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب (واقفِ زندگی) کے ہاں کچے کوارٹرز میں تھی۔ سامنے کچا قصرِ خلافت تھا جہاں سے حضرت مصلح موعودؓ کو اندر باہر آتے دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ابتدائی ربوہ جہاں میرا بچپن گزرا یعنی خیموں سے کچی اور پھر پکی آبادی تک

ارضِ ربوہ جس کی شاہد ہے وہ معمولی نہ تھا
خُونِ فخرالمرسلیں تھا شیرِ اُمّ المومنیں

ایک بے آب وگیاہ مقام جس کی زمین چٹیل، بنجر اور نہایت کلّر والی تھی اس لئے پانی اور سبزے کا نام ونشان نہ تھا۔ پہلے پہل جو پانی نکلا تو وہ اس قدر کڑوا تھا کہ حلق سے اُتارنا مشکل تھا۔ گھروں میں پینے کیلئے پانی ماشکیوں کے ذریعہ قریب کے گاؤں احمد نگر اور دریائے چناب سے لایا جاتا تھا جو بہت کم مقدار میں اور قیمتاً ملتا تھا، صرف پینے کیلئے۔ باقی سب ضروریات مقامی نلکوں سے پوری کی جاتی تھیں۔ پھر ربوہ کے سٹیشن والے نلکے اور محلّہ دارالرحمت سے قدرے بہتر ذائقہ کا پانی نکلنا شروع ہو گیا۔ اس وقت بگولے چلتے تھے۔ کالی آندھیاں آتی تھیں۔ ایسے وقتوں میں گھروں میں آگ نہ جلائی جا سکتی تھی کیونکہ گھروں کی چھتیں لکڑی کے بالوں اور سرکنڈوں سے بنی ہوتی تھیں وہ رات بغیر کھائے پئے گزرتی تھی۔ ایسی آب و ہوا میں رنگت بھی صاف نہیں رہتی تھی۔ گھر اور سکول کے کچے فرشوں پر پانی پھینک کر پوچے مارا کرتے تھے۔ اب تو ماشاء اللہ جنگل میں منگل ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

فضلِ عمر ہسپتال کے پچھواڑے والی پہاڑی جہاں حضرت مصلح موعودؓ کبھی کبھی عصر کے بعد چند احباب کے ہمراہ تھوڑی سی بلندی پر ایک سلیب پر کچھ دیر کیلئے بیٹھ جاتے تھے۔ جب حضورؓ چلے جاتے تھے تو ہم کچھ ہمجولیاں تھوڑی دیر کیلئے اس جگہ پر بیٹھا کرتی تھیں۔

خوشی اور غمی کے مواقع پر بچے بھی شامل ہو جاتے تھے کیونکہ کھانے پینے کا کوئی سلسلہ نہیں ہوتا تھا۔

چنانچہ برادر عبدالرشید امریکی صاحب کی پہلی شادی میں (جو کہ محترمہ سارہ قدسیہ صاحبہ سے ہوئی تھی) حضورؓ کی شمولیت اب تک یاد ہے۔ کھلی زمین میں شامیانہ کے علاوہ زمین پر چٹائیوں کے اُوپر دریاں بچھی تھیں۔ حضورؓ کے بیٹھنے کی جگہ پر سفید چادر بچھی تھی۔ پیچھے بڑا گول تکیہ تھا۔ جس سے حضورؓ اور دولہا میاں ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

21/22 اپریل 1952 کی بات ہے حضرت ام المومنین سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کی وفات پر کچے قصرِ خلافت کی اندرونی گلی میں حضورؓ کو ٹہلتے ہوئے دیکھا تھا جب میں حضرت اماں جانؓ کے چہرے کا آخری دیدار کرنے

گئی تھی۔اب میں سن وار دیگر واقعات عرض کرتی ہوں:

مؤرخہ 21دسمبر 1944 کو میری بڑی آپا جان کی شادی پر حضورؓ قادیان کے محلّہ دارالبرکات میں ہمارے والدین کے ہاں تقریباً ایک گھنٹہ تشریف فرما رہے تھے اور دعا بھی فرمائی۔

1947 میں جب ہم نے قادیان سے پاکستان ہجرت کی تو ہم لاہور میں جودھامل بلڈنگ کے اوپر والے فلیٹ میں ٹھہرے تھے یہ بلڈنگ رتن باغ کی عمارت (جہاں پر ان دنوں حضورؓ ٹھہرے ہوئے تھے کے بالکل قریب ہی تھی) مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے وہاں حضورؓ کو صحن میں ٹہلتے ہوئے دیکھا تھا۔

1951 میں میری دوسرے نمبر کی بہن محترمہ رضیہ عفیفہ صاحبہ اہلیہ محترمہ خالد ہدایت صاحب بھٹی کی شادی کے سلسلہ میں میرے والدین جلسہ سالانہ کے موقع پر محترم مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب کے ہاں کچے کوارٹر میں ٹھہرے ہوئے تھے۔مؤرخہ 22دسمبر کو صبح 9/10 بجے رخصتی کا وقت حضورؓ نے منظور فرمایا۔چنانچہ حضورؓ بنفسِ نفیس شامل ہوئے اور دعا فرمائی۔جب حضورؓ کو معلوم ہوا کہ دولہن کیلئے کسی سواری کا انتظام نہیں ہے تو انہوں نے اپنی نیلے رنگ کی گاڑی مع ڈرائیور (جن کا نام قریشی نذیر احمد صاحب تھا) بھجوادی۔ مجھے بھی اپنی بہن کے ساتھ حضورؓ کی گاڑی میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا، الحمدللہ۔

غالباً1954 کی بات ہے جن دنوں حضورؓ پکّے قصرِ خلافت کے اندرونی صحن میں صبح کے وقت قرآن کریم کا درس دیا کرتے تھے تو دیگر مستورات کے علاوہ کچے نصرت گرلز ہائی سکول کی ہم سب بچیاں، ٹیچرز کی نگرانی میں لائن بنا کر ہر روز درس سننے جایا کرتی تھیں۔یہ سلسلہء درس حضورؓ پر چاقو کے حملہ والے دن یعنی 10 مارچ 1954 تک جاری رہا۔

اس سال کے جلسہ سالانہ کے موقع پر حفاظتی انتظامات کے تحت اندرون خانہ سے جو سیڑھیاں اوپر کے چوبارے کو جاتی تھیں (جہاں حضورؓ اُن دنوں قیام فرما تھے) اس کی ڈیوڑھی میں زنانہ پہرہ بٹھا دیا گیا تھا۔مجھے جلسہ سالانہ کے تینوں دن الف محلّہ کی ایک معمّر خاتون کے ساتھ کچھ گھنٹوں کیلئے پہرے کی ڈیوٹی دینے اور حضورؓ کا تبرّک بار بار کھانے کا شرف حاصل ہوا۔ ایں سعادت بزورِ بازو نیست۔

3دسمبر 1954 کو میری تیسرے نمبر کی بہن محترمہ حلیمہ نزہت صاحبہ اہلیہ محترم لطف الرحمٰن شاکر صاحب (واقفِ زندگی) آف فضلِ عمر ہسپتال ربوہ کی شادی ہوئی تو دعوتِ ولیمہ میں حضورؓ نے شرکت فرمائی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضورؓ کیلئے پھلکے بنانے کی سعادت مجھے ملی، الحمدللہ۔

1956 میں میری اُمی جان محترمہ امتہ الحکیم بیگم صاحبہ (اہلیہ محترم خانصاحب قاضی محمد رشید صاحب) اور میری بڑی ممانی جان محترمہ نظیر بیگم صاحبہ (اہلیہ محترم مولوی عبدالرحمٰن انور صاحب۔پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ) اپنے چند ماہ کے پہلے پہلے پوتوں کو بمع انکی ماؤں کے حضورؓ سے ملوانے گئیں تو میں بھی انکے ہمراہ تھی۔یہ ناشتے کے بعد کا وقت تھا۔حضورؓ چوبارے میں تھے۔سفید قمیص شلوار اور سر پر کپڑے کی سفید نماز والی ٹوپی پہنے ہوئے تھے اور ہاتھ میں کوئی اردو اخبار تھا۔قریب ہی کرسی پر حضرت سیدہ بشریٰ بیگم المعروف ''مہر آپا'' صاحبہ (یعنی حضورؓ کی چھوٹی بیوی) بیٹھی ہوئی تھیں۔

حضورؓ جب قرآن کریم کا درس دے رہے ہوتے تھے تو سب نیچے دریوں یا صوفوں پر بیٹھے ہوتے تھے۔قریب ہی حضرت منصورہ بیگم صاحبہ (حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ) ہاتھ میں ایک کھجور کا بنا ہوا بڑا سا پنکھا حضورؓ کو جھل رہی ہوتی تھیں کیونکہ ابھی ربوہ میں بجلی نہیں آئی تھی۔پیچھے گول تکیہ ہوتا تھا اور سامنے ایک چھوٹی سی میز پر قرآن کریم ہوتا تھا۔ایک بار جب حضورؓ درس دے کر جانے ہی والے تھے کہ ایک بوڑھی عورت نے حضورؓ کے قریب ہو کر کہا کہ حضورؓ میرے بیٹے کو معاف کر دیں تو حضورؓ نے فرمایا کہ وہ خود کیوں نہیں آتا؟ ماں کو بھیج دیا ہے۔

حضورؓ کی یادیں اور خوبیاں تو بے شمار ہیں لیکن چند ایک کا ہی ذکر کر رہی ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ آپ کی تمام باتیں ہی انمول موتیوں سے کم نہیں۔اس مضمون کو مبارک احمد عابدؔ کے مشہور شعر پہ ختم کرتی ہوں ؎

اَے فضلِ عمر تیرے اوصافِ کریمانہ
یاد آ کے بناتے ہیں ہر رُوح کو دیوانہ

****

میرے پیارے آقا

دل بہت رویا جب تم یاد آئے

سیارہ حکمت

وہ ایک لحہ نہ عمر بھر میں فراموش کر سکوں گی
وہ ایک لحہ تو زندگی پر محیط ہو کے ہی رہ گیا ہے

میرے پیارے آقا!!! سلام تجھ پر، خدا تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں تجھ پر کہ تو ٹوٹے دلوں کا سہارا تھا۔ موت اس دنیا کا سب سے اٹل اور سب سے بڑا حادثہ ہے جو زندگی پر بحرِ مہیب کی طرح حکمران ہے۔ کسی اپنے پیارے کی جدائی ہمارے دل کو چھید کر رکھ دیتی ہے۔ برسوں یہ زخم مندمل نہیں ہوتے۔ اور بچھڑے ہوؤں کی یاد ہمیں بے چین رکھتی ہے۔ بعض اوقات جذبات اتنے شدید ہوتے ہیں کہ قلم اظہارِ بیان سے قاصر ہوتا ہے۔ جذبات کا ایک سمندر ایک قطرے میں کیسے سما سکتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ موسمِ بہار کی حسین یادیں، خزاں کے رُوپ میں باقی رہتی ہیں ع

یہ بہار کیسی آئی کہ خزاں بھی ساتھ لائی

19 اپریل 2003 کی صبح ایک دلخراش خبر لائی کہ پیارے حضور (حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ) آقائے حقیقی سے جا ملے ہیں۔ یہ خبر سن کر کونسا دل ہوگا جو تڑپا نہ ہوگا، کونسی آنکھ ہوگی جو نہ روئی۔۔۔ اور مجھے لگا کہ دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے۔ کون میرے دکھوں کی غمگساری کرے گا۔ اتنی شفقت، اتنی محبت، اتنی رحمت، وہ کرموں کا ایک گھنا پیڑ تھا۔ وہ مہربانیوں کا ایک بحرِ بیکراں۔

آپ سے ملاقات کے دوران ہر کوئی اپنے دکھ سکھ آپ کو سناتا۔ حضور شفقتوں کی جھولی پھیلائے بڑے رسان اور نرمی سے ہر دل کا حال سنتے۔ دکھ سکھ بانٹتے، دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا، پوری فیملی کے سیاق و سباق کی ان کو خبر ہوتی۔ ہر ایک کا حال پوچھتے، مشورے دیتے، حوصلہ افزائی کرتے اور ملاقات سے دل ایسے کھل اٹھتا جیسے بہار کا جھونکا چھو گیا ہو۔ جیسے جنتوں کی بشارت مل گئی ہو۔

ایک آبدار موتی کی طرح سفید گلابی نورانی معصوم چہرہ فرشتوں کا سا تقدس لئے۔ ایک لاہوتی مسکان چہرے پر سجائے حال احوال سنتا، تسلی دیتا، مشوروں سے نوازتا اور آپ کی پریشانی دُور کرنے میں آپ کی ہر ممکن مدد فرماتا، ہر دل کے ساتھ حضور نے پیار و محبت کا وہ تعلق باندھا کہ ہر شخص کو یہی گمان تھا کہ حضور تو مجھ سے ہی سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ لاکھوں دل ان کی محبت میں دھڑکتے۔ وہ مسکراتے تو ان کی مسکراہٹ مشرق سے مغرب تک پھیل جاتی۔ ان کی آنکھ میں آنسو دیکھ کر ہر دل خون ہو جاتا۔

ہم سب ان کو عرصہ سے پیارے حضور کہتے تھے۔ جب سے حضور لندن شفٹ ہوئے ہماری زندگیوں کا محور بن کر رہ گئے۔ پردیس جا کر پیاروں کی جدائی زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ فاصلے سات سمندر پار کے حائل ہو کر دلوں کے فاصلے کم ہو گئے۔ ہر دم حضور کی خیریت کی خبر کی طرف دھیان رہتا۔ پہلے Cassettes آنے لگیں اور سب گھر والے اکٹھے بیٹھ کر سنتے۔ پھر خطوط کا تبادلہ کافی مشکل ہو گیا۔ (پاکستان میں مقیم ہونے کی وجہ سے) پھر MTA اس صدی کا سب سے بڑا معجزہ ہمارے لئے رگِ جان بن گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ اٹھتے بیٹھتے نگاہوں کے سامنے ہوتے۔ کبھی پریس کانفرنس، کبھی

مجلس سوال و جواب، کبھی درس القرآن، ہومیو پیتھک کلاس، اور کبھی بچوں کی کلاس میں شوخی شرارت ہنسی مذاق کے ساتھ ساتھ بڑے دلنشین انداز میں (بڑے بچے اور موٹے بچے کو ساتھ لئے) اردو سکھا رہے ہوتے۔

1994 میں ہم لوگ قاہرہ میں مقیم تھے۔ جس رات قاہرہ سے ہم نے اوسلو اور امریکہ کی سیر کیلئے پرواز کرنا تھی تو عاجزہ نے خواب میں دیکھا کہ حضور پرنور قاہرہ میں ہماری بلڈنگ کے باہر کھڑے ہیں اور ہم سامان ٹیکسی میں رکھوا رہے ہیں۔ (اس وقت عاجزہ کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ اس سفر میں حضور پُرنور سے ملاقات کا کوئی سبب بن جائے گا۔ اوسلو میں قیام کے دوران معلوم ہوا کہ یہاں کی جماعت کا جلسہ سالانہ منعقد ہو رہا ہے۔ اور حضور افتتاح کیلئے تشریف لا رہے ہیں۔ پیارے حضور سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ اور وہ لمحے زیست کا حاصل بن گئے۔ حضور نے عاجزہ کو کلامِ محمود کی ایک نظم کا ترجمہ کرنے کا ارشاد فرمایا۔ عاجزہ نے کوشش کی۔ حضور نے خط کا جواب دیا۔ نالائقی پر دوستانہ انداز میں باپ نے بیٹی کو ڈانٹ پلا دی۔ وہ ڈانٹ بھی بڑی خوبصورت لگی۔

قاہرہ سے واپسی پر پاکستان مسائلستان بن گیا۔ یوں لگا کہ جنت سے جہنم میں چلے آئے۔ بیماریاں، ٹرانسفر، ہر قسم کے اعصاب شکن مصائب درپیش آئے۔ ہر دکھ ملنے اور ہر زخم سینے پر حضور پرنور کو دعا کیلئے خط لکھا اور تفصیلاً دعاؤں کے خزانوں سے بھرپور جواب پا کر برداشت کا حوصلہ وسیع ہوتا گیا۔ مرہم کام کرتی رہی۔ ملاقات و دید کا شوق بڑھتا گیا۔ دیدار کی حسرت ہی رہی اور پھر 19 اپریل 2003 کو ان آنکھوں نے آنسو بہانا سیکھ لیا ع

تجھے ڈھونڈتی ہیں نظریں

حضور پُرنور کی وفات پر ایک انگریز نے کیا خُوب کہا ہے:

" I wonder if any person would have been loved by so many people at the time of his death......"

ہاں یہ صحیح ہے وہ بے تاج بادشاہ تھا جو لاکھوں دلوں پر حکمران تھا۔

آخر کیا بات تھی؟ حضور اتنے محبوب کیوں بن گئے؟ صبر کے پیمانے کبھی لبریز نہ ہونے پائے کیونکہ اس راہِ عشق کی مسافتوں میں ہم قدم بقدم تھے۔ وسعتِ حوصلہ اور بلند ہمتی کے درس ملتے رہے۔ دکھ سانجھا تھا اور نیّا کی پتوار بڑے مضبوط اور مشفق ہاتھ میں تھی۔ پاکستان کی تاریخ میں ضیاء الحق کا دور ایک خون انگیز باب تھا۔ ظلم وستم کی آندھیاں چلیں۔ جور و جفا کے پہاڑ توڑے گئے اور تو اور سرِ مقتل لانے کی بھی تیاریاں شروع ہوگئیں۔ اس تاریک اور ہولناک دور میں حضور نے حکم الٰہی اور نصرتِ الٰہی سے وطن سے ہجرت کی اور حسبِ سابق جماعت کی رہنمائی فرماتے رہے۔ کروڑوں دلوں کا مسیحا بن گئے۔ انہوں نے ہر مظلوم احمدی کا دکھ سینے سے لگا یا دکھوں کا درمان بن گئے۔

لوگ جب لٹے پٹے وطن سے ہجرت کرتے تو حضور پرنور کی لاکھوں دعائیں اور شفقتوں سے بھرپور سہارا ساتھ ہوتا۔ وہ معصوم اور پاک انسان جس کے سجود و قیام ہمارے ہی غموں سے تر رہے۔ وہ غریب الوطن مسافر پردیس سے ہمیں بے پناہ چاہتوں کا پیغام بھیجتا رہا۔ اس کے خدا نے اس سے بے شمار محبتوں اور جدائیوں کی قربانیاں مانگیں مگر اس نے اُف تک نہ کی۔ صبر و استقلال کی منزل کی طرف جادۂ پیما تھا۔ ہر روز نئے نئے مصائب کی روح فرسا خبریں ملتیں۔ مگر صبر و ضبط کے تار نہ ٹوٹے۔

وہ جماعت کو عُسر سے یُسر تک نکال کر لے گیا۔ ان کے کارنامے ایک صدی تک محیط ہیں۔ سب سے بڑا معجزہ MTA کا اجراء تھا۔ جس کے ذریعے احمدیت اور حقیقی اسلام کا نور مغرب کے بتکدوں میں پہنچ رہا ہے۔ تعصب ونفرت کے گھور اندھیروں میں

"Love for All Hatred For None"

کی شعاعیں بکھیر رہا ہے۔ میڈیا اور ابلاغِ عامہ کے اس دَور میں مغرب کی وادیوں میں ہماری اذان گونج رہی ہے۔ احمدیت جس کے پودے کو جڑ سے اکھاڑنے کی کوشش پاکستانی مُلّاؤں نے کی تھی، آج ایک تناور درخت کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ جس کی جڑیں بوسنیا اور روس کی برف پوش چوٹیوں سے لے کر افریقہ کے صحراؤں تک پھیل چکی ہیں۔

****

ابوریحان البیرونی اورڈاکٹرعبدالسلام

ایک دلچسپ موازنہ

محمد زکریا ورک، کنگسٹن، کینیڈا

برہان الحق ابو ریحان البیرونی (973-1053) کی پیدائش خوارزم صوبہ کے شہر خیوا (موجودہ ازبکستان) کے قریب ایک موضعہ بیرون میں ہوئی تھی۔ زندگی میں آپ تین بادشاہوں کے سائنسی مشیر رہے۔ آپ نے 183 کے قریب کتابیں زیب قرطاس کیں۔ کتاب الہند، قانون المسعودی، آثارالباقیہ، کتاب امرفی الظلال آپ کی شاہکار کتابیں ہیں۔

عہد وسطیٰ میں آپ کی نابغہ روزگار شخصیت اور زبردست علمیت کے پیش نظر الاستاذ (The Master) کا لقب نوازا گیا تھا، جبکہ ہندوستان کے پنڈت آپ کو ودیا ساگر (wizard of knowledge) کہتے تھے۔ امریکہ کے بیسویں صدی کے ممتاز سائنسی ہسٹورین جارج سارٹن نے لکھا ہے کہ وہ اسلام کے عظیم ترین سائنسدانوں میں سے تھا اور ہر شخص اس کو ہر زمانے کے عظیم ترین لوگوں میں شمار کرتا تھا۔ (انٹروڈکشن ٹو ہسٹری آف سائنس)۔ پاکستان کے نوبل انعام یافتہ سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام نے بیرونی کو گیلی لیو کا ہم پلہ تجربی سائنسدان (empirical scientist) قرار دیا ہے۔ مشہور مغربی تاریخ داں ول ڈیورانٹ نے کتاب 'ایج آف فیتھ' میں بیرونی کا ذکر یوں کیا ہے:

"at least the Leibniz, almost the Leonardo of Islam"

"بیرونی لائب نزاور قریب قریب اسلام کے لینارڈو تھے"

ابوریحان ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ ایک ہزار سال گزرنے کے باوجود ان کی لازوال شہرت کی وجہ یہ ہے کہ آپ بہ یک وقت مسلمہ ہیئت داں، چوٹی کا ریاضی دان، باکمال نجومی، عظیم تاریخ دان، جغرافیہ دان، علم بصریات کا محقق، ماہر ارضیات، ماہر ساجیات، ماہر لسانیات، ماہر طبیعات، ماہر مذہبیات، ماہر معدنیات، ماہر ترجمہ نگار، ماہر دوا ساز، روشن خیال شاعر، محقق، دانشور، ادیب، اور ترجمہ نگاری میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ علم پیائش ارض کے باوا آدم، آثار قدیمہ کے پہلے ماہر، تقابلی مطالعہ ادیان کے بانی ومؤسس تھے۔ بیرونی زمین کے متعلق گہری تحقیق کرنے والا، دھاتوں کی کثافت اضافی معلوم کرنے والا، دنیا کے مشہور مقامات کے طول البلد، عرض البلد معلوم کرنے والا، ریاضی کے مسائل کے نئے حل تلاش کرنے والا، تنہا زمین کے محیط کی صحیح صحیح تحقیق کرنے والا، نہایت ذہین (Intellectual giant) تھا۔ آپ اسلامی تاریخ کے ان ممتاز ترین لوگوں میں سے تھے جن کی ذات میں مہندسوں کا دماغ اور مؤرخ کے وہ اوصاف جمع ہو گئے تھے جن کا تعلق ترکیب وتحلیل اور امتزاج سے ہے۔

سائنس اور مطالعہ فطرت

سائنس کا مطلب اور مقصد مطالعہ فطرت ہے۔ بیرونی کے نزدیک مطالعہ فطرت کی کیا اہمیت تھی؟ اس بارے میں ڈاکٹر حسین نصر کہتے ہیں:

’’بیرونی کے نزدیک مطالعہ فطرت بطور خدا کی کاریگری کے انسان کی فطری اور

عالیشان مساعی تھی۔۔۔ بیرونی کے نزدیک علم کے حصول میں مقدس اور غیر مقدس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ انسان جس چیز کا بھی مطالعہ کرتا ہے چاہے وہ علم تاریخ ہو یا کہ فزیکل سائنس، اس کا مطالعہ مذہبی رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ خاص طور پر نظر آنیوالی طبعی دنیا کا مطالعہ جو دانشمندوں کیلئے آیات ہیں اور یہ چیز بیرونی کے نزدیک اسلامی نقطہ نظر کا طرہ امتیاز ہے۔۔۔ بیرونی اگر چہ لاادریت پر یقین نہیں رکھتا تھا مگر علم کے حصول میں وہ اس نظریہ سے اتفاق کرتا تھا۔ اس کے نزدیک سائنسی علوم کا مطالعہ اور حصول گویا مذہبی فریضہ تھا۔۔۔ وہ زمین و آسمان جس میں بیرونی سانس لیتا اور رہتا تھا وہ خدا کی صناعی ہے جو بالآخر انسان کو خدا کی طرف لے جاتی ہے۔ اس میں صداقت پنہاں ہے جس کی گارنٹی اسی وقت ہوتی ہے جب اس کی اجازت خدا کی طرف سے ہو۔''

(S. H. Nasr, Islamic Cosmological Doctrine, page 32)

نوبل انعام یافتہ سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام، بیرونی کے بارے میں فرماتے ہیں:

''بیرونی ابن سینا کا دوسرا اعلیٰ مرتبہ ہم عصر جس نے آج کے افغانستان میں کام کیا تھا۔ وہ ایک تجربی سائنسدان تھا اپنے نقطہ نظر میں 600 برس بعد آنے والے گیلی لیو کی طرح ماڈرن اور قرون وسطیٰ کے اثرات سے مبرا تھا۔''

(مضمون اسلام اور سائنس، ارمان اور حقیقت، صفحہ186)

ایک اور جگہ ڈاکٹر سلام فرماتے ہیں:

"A great scientist - whom I always think of as the first of the moderns in Islam."

(Renaissance of Sciences in Islamic Countries, 1994, page 251)

اپنے مضامین اور کتابوں میں البیرونی قرآن حکیم کی آیات کے حوالے استدلال کے طور پر پیش کیا کرتے تھے۔ یہ آیات کریمہ جس سہولت کے ساتھ وہ برجستہ پیش کرتے اس سے ظاہر و باہر ہوتا ہے کہ وہ کلام اللہ پر کامل عبور رکھتے تھے۔ بیرونی کی جملہ کتابیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع ہوتیں اور اس کے بعد وہ خدا کا شکر بجا لاتے کہ جس نے ان کو حق شناسائی کی سعادت بخشی۔ جیسے کتاب تحدید کا آغاز یوں ہوتا ہے:

والله اسئل ان یوفق للصواب و یعین علی درک الحق و یسهل سبیله و یغیر طریقه و یرفع الموانع عن نیل المطلوب المحمود.

(كتاب التحديد ص45)

پھر فرماتے ہیں:

فانی لا آبی قبول الحق من ای معدن وجدته

(كتاب التحديد ص 104)

ترجمہ: میں صداقت کو قبول کرنے میں بیزاری کا اظہار نہیں کرتا چاہے کسی بھی ذریعہ سے میں اس کو حاصل کر سکوں۔

بیرونی کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی فکر و نظر پر قرآن حکیم کا زبردست اثر تھا اور وہ اس کتاب مبین سے انسپریشن حاصل کیا کرتے تھے۔ بیرونی اپنی کتابوں میں قرآن حکیم کے حوالے بطور دلیل اور ثبوت کے دیا کرتے تھے۔ 'کتاب تحدید نہایت الاماکن' کے چھٹے باب کے آخر پر فرمایا:

''خدا ہی سچائی کی طرف رہنمائی کرنے والا بہترین راہبر ہے۔''

پھر کتاب کے تعارف میں انہوں نے مختلف موضوعات پر اظہار خیال کرتے ہوئے چھ صفحات 3-8 میں درج ذیل آیات کا حوالہ دیا تھا:

وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ

(ال عمران:192)

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ۔۔۔الخ

(ال عمران:15)

الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ

(الزمر:19)

۔۔۔يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ؕ۔۔۔

(محمد:21)

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ

(الانعام:12)

'کتاب الہند' میں بیرونی نے قرآن پاک کی درج ذیل سات آیات کریمہ کا حوالہ دیا تھا:

18:83, 2:68, 11:9, 79:24, 28:38, 29:12, 4:136

سیاسی امور میں وہ مذہب اور سیاست کو الگ الگ رکھنے کی بجائے سیاسی قوانین کا مذہب کے تابع ہونا ضروری سمجھتے تھے۔ گویا وہ سیکولرزم کے خلاف تھے اور دینی ریاست کے قیام کو ترجیح دیتے تھے۔

بیرونی کا تعلق ان حکماء سے تھا جو مظاہر فطرت میں اللہ کی وحدانیت اور اس کی حکمت کا جلوہ جگہ جگہ، اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے دیکھتے ہیں۔ وہ سائنس کا مطالعہ اس لئے ضروری سمجھتے تھے کیونکہ اس کے ذریعہ خدا کی شان جلوہ گر ہوتی ہے۔ سائنس کے مطالعہ کے لئے قرآن حکیم کی یہ آیت ان کے پیش نظر ہوتی تھی:

وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ج

(ال عمران 192:3)

اور وہ زمین اور آسمان کی تخلیق پر غور وفکر کرتے رہتے ہیں اور بے اختیار کہہ اٹھتے ہیں اے ہمارے مولیٰ کریم آپ نے یہ جہاں بغیر حکمت کے نہیں بنایا ہے۔

ابوریحان نے اپنی تصنیفات عالیہ میں اس آیہ کریمہ کا حوالہ بار بار دیا ہے۔

البیرونی کی عربی سے محبت

بیرونی عربی زبان کی علمی صلاحیتوں کے باعث اس کے زبردست حامی تھے۔ بیرونی کے دور زندگی میں بعض لوگوں نے ریاست کو لادینی قرار دینے کی کوشش کی تھی۔ جب وہ اپنی کوششوں میں ناکام ہوگئے تو بیرونی نے مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

''جب تک دن میں پانچ دفعہ اذان کی آواز عوام کے کانوں میں گونجتی رہے گی اور جب تک فصیح عربی زبان والا قرآن امام کے پیچھے صف باندھے نمازیوں میں تلاوت کیا جاتا رہیگا ایسا کبھی نہ ہو سکے گا"۔۔۔"ہمارا دین اور ہماری سلطنت عرب ہیں۔۔۔سائنسی علوم عربوں کی زبان میں دنیا کے تمام ملکوں سے تراجم کے ذریعہ منتقل کردئے گئے ہیں، ان کو سنوارا گیا ہے، ان کو جاذب نظر بنادیا گیا ہے اور (عربی) زبان کی خوبیاں ان کی رگوں اور شریانوں میں سرایت کرگئی ہیں، ہر قوم اپنی زبان کو اعلیٰ وارفع قرار دیتی جس کی وہ عادی ہوتی اور جس کو وہ روزمرہ معاملات زندگی میں استعمال کرتی۔۔۔ میں تو چاہوں گا کہ میری عربی میں ملامت کی جائے چہ جائیکہ فارسی میں میری مدح کی جائے''۔

(Daniel Boorstein, The Discoverers, page 541)

خلیفہ مامون الرشید (813-833) کی قائم کردہ سائنس اکیڈیمی 'بیت الحکمۃ' کی طرح اٹلی میں سائنس کی اکیڈیمی بنانے والے (انٹرنیشنل سینٹر فار تھیورٹیکل سائنس) ڈاکٹر عبد السلام بھی اپنی تقاریر، مضامین اور کتابوں میں قرآن حکیم اور حدیث کے حوالے برہان قاطع کے طور پر دیا کرتے تھے۔ ان کی کتاب 'Ideals and Realities' میں قرآن حکیم کی آیات نگینوں کی طرح سجی ہوئی ہیں۔ قرآن پاک پر اپنے پختہ ایمان کے بارے میں وہ فرماتے ہیں:

''ایک سائنسداں کی حیثیت سے قرآن مجھ سے کلام کرتا ہے اور اس بات پر زور دیتا ہے کہ میں قوانین فطرت پر غور کروں اور اس سلسلے میں وہ کونیات، طبیعات، حیاتیات، اور علم طب کی مثالیں بطور نشانیاں دیتا ہے۔''

وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۝

(الغاشیۃ:19-20)

آسمان کو نہیں دیکھتے کہ کیسے اٹھایا گیا؟ تو کیا لوگ پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے بنائے گئے ہیں۔

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۝

(ال عمران:191)

اور پھر زمین اور آسمان کی پیدائش میں اور رات اور دن کے باری باری سے آنے میں ہوشمند لوگوں کیلئے بہت سی نشانیاں ہیں۔

قرآن پاک کی 750 آیات (جو ساری کتاب کا آٹھواں حصہ ہیں) ایمان والوں کو نصیحت کرتی ہیں کہ وہ قدرت کا مطالعہ کریں۔۔۔(قرآن) ایک ایسی کتاب ہے جس کی محض تلاوت ہی مار ماڈیوک پکتھال کے الفاظ میں انسانوں کو وجد میں لانے کیلئے کافی ہے۔ کسی اور شے سے زیادہ مجھے اس کا ذاتی تجربہ ہے، وہ دوامی حیرتوں کا ذکر کرتا ہے، میں نے ذاتی طور پر اپنی سائنس میں اس کا تجربہ کیا ہے''۔

(عبد السلام، ارمان اور حقیقت، صفحہ 184)

کہا جاتا ہے کہ ڈاکٹر عبد السلام موسم گرما ہو یا موسم سرما، گرم بالائی کوٹ زیب تن فرماتے جس کی جیب میں ہمیشہ حمائل شریف ہوتی تھی۔ سفر کے دوران، ایئرپورٹ پر انتظار کرتے ہوئے وہ قرآن حکیم کی آیات پر تدبر فرماتے اور مظاہر فطرت بیان کرنے والی آیات کریمہ سے انسپریشن حاصل کرتے تھے۔ خوش الحان قاریوں (قاری عبدالباسط اور پاکستان کے قاری عبیدالرحمٰن) کی تلاوت کے بے شمار کیسٹ خود منگواتے اور انہیں بے پناہ عقیدت سے سنا کرتے تھے۔ سویڈن میں نوبل انعام وصول کرنے کے موقع پر انہوں نے اپنی تقریر سورۃ رحمٰن کی آیات تلاوت کرنے پر ختم کی تھی۔

(کتاب عبد السلام، ذکریا ورک، 2003ء)

تین باتوں سے عشق

ڈاکٹر سلام (نور اللہ مرقدہ) کی دختر ڈاکٹر عزیزہ رحمٰن کا کہنا ہے کہ ابا جان کو تین باتوں سے وارفتہ لگاؤ تھا۔ ایک تو قرآن مجید سے، دوسرے والدین سے اور تیسرے سرزمین پاکستان سے۔ انہوں نے بچپن میں ہی عربی زبان سیکھ لی تھی۔ اسلئے وہ قرآن مجید کی آیات کے معنی سے بخوبی واقف ہوتے تھے۔ وہ آیات کریمہ پر خوب غور وخوض کیا کرتے تھے خاص طور پر وہ آیات جن کا تعلق سائنس سے ہے۔ ان آیات سے وہ روحانی فیضان حاصل کر کے اپنی ریسرچ میں ان سے رہنمائی اور بصیرت حاصل کرتے تھے۔ وہ اپنی تقاریر ہمیشہ درج ذیل قرآنی دعا سے شروع کیا کرتے تھے:

وَ اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ وَ لَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ ۔ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَO

(ال عمران 3: 195)

ابوریحان کے ہم عصر سائنسدان، ابن الہیثم کے عقیدہ کے بارے میں ڈاکٹر عبد السلام فرماتے ہیں:

''قرون وسطٰی کے مسلمان سائنسدانوں کی کہانی جن میں الکندی، الفارابی، ابن الہیثم اور ابن سینا شامل ہیں یہ ظاہر کرتی ہے کہ مسلمان ہونے کے علاوہ ان میں یا ان کے سائنسی کارناموں میں کوئی شے اسلامی نہیں تھی۔ اس کے برعکس ان کی زندگیاں واضح طور پر غیر اسلامی تھیں۔ طب، کیمیا، طبیعات، ریاضی اور فلسفے میں ان کے کارہائے نمایاں قدرتی اور منطقی طور پر یونانی فکر ہی میں اضافہ تھے"۔

نوٹ فرمائیں کہ ڈاکٹر صاحب نے اس جگہ البیرونی کا ذکر عمداً نہیں کیا کیونکہ ان کے نزدیک البیرونی ایک راسخ العقیدہ Staunch Muslim مسلمان تھے۔''

لاہور میں 1988 میں فیض میموریل لیکچر دیتے ہوئے ڈاکٹر عبد السلام نے فرمایا:

''ابتداء ہی سے انسان اس کوشش میں رہا ہے کہ وہ طبیعاتی عوامل کی توجیہہ چند سادہ تصورات اور اصولوں سے کرے۔ اس کوشش میں سلطان محمود غزنوی کے دور کے مسلمان سائنسدان البیرونی کا نام واضح طور پر پہلے سامنے آتا ہے۔ البیرونی اور اس کے بعد گیلی لیو نے یہ اصول پیش کیا کہ طبیعات کے جو قوانین کرہ ارض پر کارفرما ہیں وہی کائنات کے ہر گوشے میں کارفرما ہیں۔ آج یہی اصول ساری سائنس کی بنیاد ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو سائنس کا وجود ہی نہ ہوتا فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا۔

البیرونی اور گیلی لیو کے کام کو آگے بڑھاتے ہوئے نیوٹن نے ریاضی کی مدد سے یہ دکھایا کہ جس قوت کے تحت مادی اجسام زمین کی طرف گرتے ہیں وہ وہی ہیں جس کے تحت سیارے سورج کے گرد گردش کرتے ہیں یہی قوت ثقل ہے''۔

(کتاب عبد السلام، از عبد الحمید چودھری، صفحہ 269)

ابو ریحان البیرونی کے مذہبی خلوص اور اسلامی خدمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے علم مثلث کے اصولوں کو بروئے کار لاتے ہوئے قبلہ معلوم کرنے کا نیا سائنسی طریقہ وضع کیا۔ انہوں نے سمت قبلہ کی تحقیق اور صحیح تعین پر چار فکر انگیز رسالے لکھے تھے۔

1۔ ایضاح الادله علی کیفیت سمت القبله

2۔ تلافی عوارض الزله فی کتاب دلائل القبله
(کتاب دلائل قبلہ کی غلطیوں کی اصلاح)۔

3۔ تهذیب الشروط عمل لتصحیح سموت القبله

4۔ کتاب الاجوبه والاسئله لتصحیح سمت القبله
(قبلہ کی سمت کے تعین پر سوال و جواب90 صفحات)۔

البیرونی کی خدمت دین

البیرونی کی خدمت دین کی لگن ایک اور واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ نمازوں کے اوقات کے تعین کیلئے انہوں نے ایک سائنسی آلہ ایجاد کیا۔ اس آلے میں انہوں نے بازنطینی مہینوں کے نام استعمال کئے۔ کسی تنگ نظر مذہبی عالم کو جب اس چیز کا علم ہوا تو اس نے آپ کو بے دین قرار دیا۔ البیرونی نے جواباً اس عالم دین کو کہا:

بازنطینی تو روٹی بھی کھاتے ہیں پھر اس فعل میں بھی ان کی نقل نہ کرو۔

(Dr. A. Salam, Renaissance of Sciences, 1994, page 251)

بیرونی نے 17 سال کی عمر میں (990) خود کے بنائے ہوئے 'رنگ ڈائیل' سے کاث شہر کا عرض البلد معلوم کیا جس وقت سورج نصف النہار پر تھا۔ جبکہ عبد السلام نے ریاضی کا ایک دقیق مسئلہ (رامانوجن کا مسئلہ) جون 1943 میں سترہ سال کی عمر میں حل کیا تھا۔ بیرونی کی مادری زبان خوارزمین تھی مگر انہوں نے کتابیں اس دور کی بین الاقوامی اور سائنسی زبان عربی میں لکھی تھیں۔ عبد السلام کی مادری زبان پنجابی تھی مگر انہوں نے تمام کتابیں ہمارے دور کی بین الاقوامی زبان انگلش میں لکھیں۔

بیرونی کو بادشاہ سلطان مسعود (1041) نے ان کی علمی خدمات (خاص طور پر 1500 صفحات پر مشتمل قانون مسعودی احاطہ تحریر میں لانے پر) کے عوض میں چاندی کے سکوں سے لدا ہؤا ہاتھی انعام میں دیا تھا۔ ڈاکٹر عبد السلام کو ان کی علمی خدمات کے اعتراف میں سویڈن کے بادشاہ نے نوبل انعام دیا تھا۔ دونوں بارلیش تھے۔ دونوں اپنی ریسرچ میں قرآن کو گائیڈ بناتے تھے۔ دونوں حج بیت اللہ سے مشرف نہ ہوئے تھے۔ دونوں نے جلاوطنی میں زندگی گزاری اور دونوں کو غیر ممالک میں عزت کا مقام ملا۔ دونوں کا حافظہ بلا کا تھا۔ دونوں سائنسدان ہونے کے باوجود ادب اور شعر وشاعری سے شغف رکھتے تھے۔ بیرونی خود شعر کہتے تھے مگر عبد السلام نے شعر وشاعری تو نہ کی البتہ ان کو فارسی میں حافظ اور اردو میں فیض احمد فیض کے اشعار نوک زبان تھے۔ حکومت پاکستان نے 1973 میں بیرونی کی ہزار سالہ برسی کے موقعہ پر ڈاک ٹکٹ جاری کیا تھا جبکہ ڈاکٹر عبد السلام کی سائنسی اور قومی خدمات کے اعتراف میں ڈاک ٹکٹ 1997 میں جاری کیا گیا تھا۔ طہران (ایران) کے لالے پارک میں البیرونی کا مجسمہ نصب ہے جبکہ ڈاکٹر عبد السلام کے نام پر جینیوا (سوئٹزرلینڈ) میں ایک سڑک ہے۔ بیرونی جس طرح سلطان محمود غزنوی، سلطان مسعود، سلطان مودود کے سائنسی مشیر رہے تھے اسی طرح ڈاکٹر سلام صدر پاکستان محمد ایوب خان کے سائنسی مشیر رہے تھے۔

zakaria.virk@ontario.ca
381 Waterloo Drive,
Kingston, Ontario, Canada K7M8L1

****

از اخبار 'اُردو لنک'

مذہب کے نام پر خون

محمود بن عطاء، آسٹن

پاکستان بنانے والوں نے کیسے کیسے حسین اور سہانے خواب دیکھے تھے، ان کے تصور کا پاکستان عہد جدید کا ایک ایسا مثالی ملک تھا جہاں جمہوریت کا دَور دَورہ ہوگا، قانون کی بالادستی ہوگی، معاشرے کے تمام طبقوں حتّٰی کہ غیر مسلم اقلیتوں کو بھی برابری کے حقوق حاصل ہوں گے اور سب کو بھرپور ترقی اور نشوونما کے مواقع حاصل ہوں گے، اس نئے ملک میں اسلامی تعلیمات کی برکت سے نظام عدل وانصاف کی سنہری روایات کچھ یوں جلوہ گر ہوں گی کہ عدلِ فاروقی اور بصیرتِ مرتضوی کی یاد تازہ ہوجائے گی۔ بالفاظ دیگر سب اس جنت ارضی میں خرم ومسرور، ملک وملت کی تعمیر اور استحکام میں شانہ بشانہ شاہراہِ ترقی پر گامزن ہوں گے! یہ تھا قائد اعظم اور ان کے رفقاء کا پاکستان۔ کاش اس حسین خواب کی تعبیر بھی ہمیں میسر آجاتی ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ!!!

اس ملک کے بنانے میں غریب امیر، شہری دیہاتی، تعلیم یافتہ اور روایتی تعلیم سے محروم، مسلم غیر مسلم، سب شامل تھے۔ تحریک پاکستان کی مخالفت میں صرف ایک کرخت آواز آخر تک بڑی شدت سے اٹھتی رہی وہ تھی مُلّا کی آواز۔ بدقسمتی سے ہندو نواز کانگریس کی سرپرستی اسے حاصل تھی۔ افسوس کہ یہی مُلّا آج اس ملک کے سیاہ وسفید پر چھا جانے کا متمنّی ہے، حکومت کے طریقۂ کار اور عوام کے حقوق اور اپنے ''ضابطۂ اخلاق'' (جس کا اسلام سے صرف نام کا تعلق ہے) کو نافذ کرنے پر تُلا بیٹھا ہے۔ اور اس بات کا مدعی ہے کہ پاکستان بنایا ہی علماء اور مشائخ نے ہے، یہ اس صدی کا سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ اس جبر اور دھینگا مشتی کی کہانی کا خلاصہ ایک سطر میں لکھا جائے تو یہ مصرعہ کافی ہوگا ع

''منزل انہیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے''

60 سال کے لمبے سفر کے بعد پاکستان کہاں پہنچا ہے اور اس وقت کس قسم کے حالات سے گزر رہا ہے اور اس کا مستقبل کن تاریکیوں کی طرف تیزی سے بڑھ رہا ہے، اس کا جائزہ لینے کیلئے آیئے گوجرانوالہ چلتے ہیں وہاں 20 فروری 2007 کو ایسا واقعہ ہوا ہے جو ہر محبِ وطن پاکستانی کی آنکھیں کھولنے کیلئے کافی ہے۔ کہنے کو تو یہ ایک عورت کا قتل ہے، پاکستان میں آئے دن عورتیں قتل ہوتی رہتی ہیں مگر یہ قتل ایک عام عورت کا قتل نہیں۔ میری دانست میں یہ اس پاکستان کا قتل ہے جو جناب قائد اعظم محمد علی جناح برصغیر میں قائم کرنا چاہتے تھے۔ گوجرانوالہ میں 35 سالہ ظلِ ہُما عثمان کو جو پنجاب کی کابینہ کی وزیر تھیں، دن دہاڑے ایک مولوی نے 2 میٹر کے فاصلے سے 30 بور کے پستول سے فائرنگ کر کے شدید زخمی کر دیا۔ انہیں ہیلی کاپٹر میں لاہور پہنچایا گیا لیکن وہ زخموں کی تاب نہ لاکر وفات پاگئیں۔ (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ)۔

ظلِ ہُما عثمان کی کئی حیثیتیں تھیں، وہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ مسلمان خاتون تھیں، ایک ڈاکٹر کی اہلیہ، 2 بچوں کی ماں، صوبائی اسمبلی کی چار سال سے رکن، وزیر برائے سماجی بہبود، پاکستانی خواتین کی فلاح وفوز کیلئے خلوصِ دل سے کوشاں، ان کے خاندان کے بزرگ تحریک پاکستان میں روزِ اوّل سے جوش وخروش سے شامل۔

اُن کے قاتل' مولوی غلام سرور کی بھی کئی حیثیتیں ہیں وہ ایک ایسا مذہبی جنونی ہے جسے اس کے تصورِ مذہب نے درندہ بنا دیا ہے وہ ایک ایسا خدائی فوجدار ہے جو بزورِ شمشیر معاشرہ کی تطہیر پر کمربستہ ہے، وہ ایک ایسا دہشت گرد ہے جس پر قرآنی الفاظ میں ''نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ'' کا سودا سوار ہے، وہ 9 بچوں کا باپ ہے مگر دوسروں کے بچوں کو یتیم کرنا اس کے نزدیک معمولی سی بات

ہے، وہ ایک ایسا معلّم دین ہے جو اسلام کی صرف اپنی تعبیر وتشریح کو درست مانتا ہے اور ہر دوسرے فرد کے ایمان کو اس کسوٹی پر پرکھتا ہے۔ تحریک پاکستان کے وقت وہ ابھی پیدا بھی نہیں ہوا تھا اس لئے ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ اس نے تحریکِ پاکستان کی خود مخالفت کی مگر وہ ان مولویوں کا مرید اور مداح ہے جو کہا کرتے تھے کہ کسی ماں نے وہ بچہ نہیں جنا جو پاکستان کی ''پ'' بھی بنا سکے۔ ہم اسے رائج الوقت اصطلاح میں ''انتہاء پسند جہادی سوچ'' کا سپوت کہہ سکتے ہیں۔ اس خونی مُلّا پر ''Serial Killer'' کی اصطلاح بھی چسپاں ہوتی ہے' بلکہ سچ تو یہ ہے کہ یہ ان سے بھی زیادہ خطرناک ہے کیونکہ یہ مذہبی جنونی خود ہی مدعی ہے' خود ہی گواہ' خود ہی مفتی' خود ہی قاضی اور خود ہی جلاّد ہے ع

تم سبھی کچھ ہو بتاؤ کہ مسلمان بھی ہو!!

امریکہ' کینیڈا اور برطانیہ میں رہنے والے ''Serial Killer'' کا مفہوم سمجھتے ہیں' پاکستان والوں کیلئے یہ اصطلاح نئی ہوگی' ایسے لوگ دوسروں کو قتل کرنے کے عادی ہوتے ہیں اور دو چار پر ان کی تسلی نہیں ہوتی، ایک اور مصیبت بھی ہے کہ وہ اپنی دانست میں اسے جُرم نہیں سمجھتے۔ بعض سمجھتے ہیں کہ معاشرے کو پہلے سے بہتر اور پاک صاف کر دیا ہے، اپنے تیئں داد وتحسین کا مستحق سمجھتے ہیں۔ مذہبی مزاج کے لوگ سمجھتے ہیں کہ اس قتل وغارت سے انہوں نے خدا کو راضی کر لیا ہے۔ برطانیہ اور کینیڈا میں ایسے لوگوں نے کئی عورتوں کو ''طوائفیں'' قرار دے کر قتل کر دیا ہے۔ مولوی غلام سرور نے بھی اسی جذبہ سے سرشار ہو کر لاہور اور گوجرانوالہ میں 4 عورتوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

ان کے علاوہ وہ اور عورتوں کو قتل بھی کر چکا ہے۔ اس نے قتل کی ان وارداتوں کا پولیس کے سامنے اعتراف بھی کیا تھا۔ اسے گرفتار بھی کیا گیا مگر یاد رہے کہ گوجرانوالہ ایسے انتہاپسندوں کا گڑھ ہے۔ مولوی غلام سرور کے ان ''پُراسرار'' سرپرستوں نے دولت خرچ کر کے اسے سزا سے بچا لیا۔ طریقِ واردات ملاحظہ فرمائیے۔ پولیس نے بھی بہتی گنگا میں ہاتھ رنگے، پولیس نے یہ مشہور کرنے میں مدد دی کہ قتل کی جانے والی عورتیں معاشرے میں گندگی پھیلا رہی تھیں۔ مولوی غلام سرور نے تطہیرِ معاشرہ کیلئے انہیں قتل کر دیا۔ جب پولیس نے اس طرح ان عورتوں کو بدنام کر دیا تو ان کے ورثاء کو رقم دے کر یا'' ڈرا دھمکا کر خاموش کرنا'' آسان ہو گیا۔ چنانچہ مولوی غلام سرور جو جنوری 2003 میں گرفتار ہوا' دسمبر 2005 میں آزاد کر دیا گیا۔ اس معاملے کی حکومت کو تحقیق کرنی چاہیئے کہ وہ شخص جس نے ان عورتوں کو قتل کرنے کا اعتراف کیا تھا کس طرح بَری کر دیا گیا؟ کن لوگوں نے اسے بری کروانے پر ہزاروں روپے خرچ کئے اور وہ رقوم کن جیبوں میں گئیں؟ کہانی یہاں ختم نہیں ہوتی۔

رہائی کے بعد مولوی غلام سرور کو پھولوں کے ہار پہنائے گئے، اسے ایک غازی اور مجاہد قرار دے کر بڑے کرّ وفر سے ایک جلوس کی شکل میں گھر پہنچایا گیا۔ جو بدقسمت معاشرہ ایک قاتل کی اس طرح عزت افزائی کرتا ہے وہ دراصل بربریت اور تشدّد کی راہیں کشادہ کرنے پر تُلا ہوا ہے۔ وہ نادانستہ طور پر ایک آتش فشاں پہاڑ کے دہانے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ ایک اور موقع پر بھی ہمارے وطن عزیز میں خطرناک مجرموں کو پھولوں سے لاد ا گیا، اس گل پاشی کا کچھ اچھا نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ دسمبر 1999 میں انڈین ایئر لائنز کا طیارہ ہائی جیک کر کے قندھار لایا گیا اس طیارے اور یرغمال مسافروں کے تبادلے میں بھارتی جیلوں سے 3 قیدی مولانا مسعود اظہر، احمد عمر سعید شیخ اور مولانا مشتاق زرگر رہا کروائے گئے۔ بھارتی وزیرِ خارجہ ان قیدیوں کو لے کر قندھار پہنچے، بھارتی طیارہ مسافروں کو لے کر واپس چلا گیا اور یہ تینوں ''مجاہد'' پاکستان لائے گئے۔ ان دنوں طالبان، القاعدہ اور پاکستان کی خفیہ ایجنسی ہم پیالہ اور ہم نوالہ تھیں۔ چنانچہ ان دہشت گردوں کو جیلوں میں بند کرنے کی بجائے پھولوں کے ہار پہنائے گئے اور وسیع وعریض کوٹھیوں میں نوابی ٹھاٹھ سے رکھا گیا۔

مسعود اظہر صاحب نے سپاہِ صحابہ اور لشکر جھنگوی کے تحت دہشت گردی میں نام کمایا اور عمر سعید شیخ نے 2002 میں امریکن صحافی ڈینئیل پرل کو اغواء اور قتل کرنے اور کروانے میں حصہ لے کر پاکستان اور مسلمانوں کا نام ساری دنیا میں روشن کیا۔ یہ سب تفاصیل ''Jessica Stern'' کی کتاب

"Terror in the name of God"

میں درج ہیں' یہ بڑی دلچسپ کتاب ہے اس میں عامل کانسی، محمد عطاء ایمل اور القاعدہ کے دیگر لوگوں کے روابط کا ذکر بھی موجود ہے۔

Jessica Stern نے اس کتاب کو بڑی محنت کے بعد مرتب کیا ہے۔ BBC کی اُردو سروس نے اپنی 24 فروری 2007 کی نشریات میں یہ بھی

ذکر کیا کہ مولوی غلام سرور 1994 میں بینظیر بھٹو کو قتل کرنے کیلئے مسلح ہو کر ان کی میٹنگ میں بھی گیا مگر رش کی وجہ سے ان کے قریب وہ نہ پہنچ سکا۔

ظلِ ہما کے وحشیانہ قتل کی 2 وجوہات تھیں:

① وہ اسلامی حجاب کے بغیر تھیں۔

② وہ وزارت کے منصب پر فائز تھیں جبکہ غلام سرور کے ''اسلام'' میں عورت میں اس قسم کے ''رول'' کی گنجائش نہیں بلکہ یہ مردوں کی تذلیل ہے۔ شاید مولوی غلام سرور بینظیر کو اسی جرم کی وجہ سے قتل کرنے کا متمنی تھا ورنہ بینظیر تو ایک عرصہ سے سر کو دوپٹے سے ڈھانکنے کا خاص اہتمام کر رہی ہیں بلکہ ان دنوں میں وہ ہاتھ میں ایک عدد تسبیح بھی رکھا کرتی تھیں۔ یہ حضرت انہیں دوپٹے اور تسبیح کیساتھ اس دنیا سے رخصت کرنے کا عزم رکھتے تھے!

میں اس خونی مُلّا کا تفصیلی نفسیاتی تجزیہ کرنے کا آرزومند ہوں، معلوم ہوا ہے کہ مولوی غلام سرور ایک بار حج اور دو بار عُمرہ کر چکا ہے، حج مقبول اور مبرور کی علامات کیوں ظاہر نہیں ہوئیں؟ حیرانی ہے کہ ارکان اسلام کی تاثیرات سے ایسے لوگوں کی زندگی میں عملاً پاک تبدیلی کیوں پیدا نہیں ہوتی؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کی تعریف یہ بیان فرمائی ہے کہ اس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہتے ہیں، یہاں صورتحال یہ ہے کہ اس کے ہاتھ سے مسلمان قتل ہو رہے ہیں اور اس کی زبان سے بار بار ''قذف'' صادر ہو رہا ہے! اب ذرا اِس کی ''خودساختہ'' شریعت کی جھلک بھی دیکھ لیجئے۔ بتایا گیا ہے کہ مولوی غلام سرور ماضی میں ہر قتل کے بعد ایک ہزار روپیہ صدقہ دیا کرتا تھا شاید اسے کسی ہم مسلک جہادی مُلّا نے دیت ادا کرنے کا آسان طریقہ سمجھایا ہو! حاجی غلام سرور کو نفل ادا کرنے کا بھی شوق تھا۔ ظلِ ہما مرحومہ کو قتل کرنے سے قبل اس نے مسجد میں 2 نفل ادا کئے اور قتل کرنے کے بعد تھانے میں جا کر مزید 2 نفل ادا کئے۔ یہ کس قسم کا اسلام ہے؟ اور کس قسم کی نفلی عبادت ہے؟ ذرا اِس بات پر بھی غور فرمایئے کہ اپنے نفس کو دھوکہ دینے والا یہ خونی مُلّا کس خدا کے سامنے یہ نفل ادا کرنے کیلئے سجدہ ریز ہوا؟ کیا اس علیم و بصیر خدا کے سامنے وہ یہ سجدے کرتا رہا جس نے قرآن مجید میں یہ وعید دی ہے کہ:

''جو شخص کسی مومن کو دانستہ قتل کر دے تو اس کی سزا جہنم ہوگی۔''

(سورۃ النساء : 93)

یا جس نے اسی پاک کتاب میں کسی شخص کے ناحق قتل کو کل انسانیت کا قتل کر دینے کے مترادف قرار دیا ہے؟

(سورۃ المائدہ :32)

اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ایسے لوگوں کے حج، عمرے، روزے، مُناجاتیں، نمازیں اور صدقے کس کھاتے میں جاتے ہیں؟

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی
بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا

یہ سب انتہا پسند مُلّا کا قصور ہے جس نے اپنی سیاست کی دکان چمکانے کیلئے شریعت حقّہ کو موم کی ناک بنا دیا ہے اور ''برین واشنگ'' کر کے ایسے خونی پیدا کر دیئے ہیں جو کھلے پھرتے ہیں، کسی ایک بھی جہادی مُلّا نے ظلِ ہما کے قتل کی مذمّت نہیں کی۔ عین ممکن ہے اندرونِ خانہ مٹھائیاں بانٹی گئی ہوں۔۔!!

آیئے ذرا مولوی غلام سرور کے جرائم کا شرعی نکتہ ٔنظر سے طائرانہ جائزہ لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمیں معلوم کرنا چاہیئے کہ اسلام کا نظام عدل و احتساب ان معاملات میں ہماری کیا رہنمائی کرتا ہے؟ حیرانی ہے کہ اسلام کے جو ''ٹھیکیدار'' دین کے نام پر لوگوں کو قتل کرتے پھرتے ہیں وہ اسلامی شریعت کے ان بنیادی امور سے بھی ناواقف ہیں یا پھر ''تجاہل عارفانہ'' کا ڈرامہ رچا رہے ہیں! اسلام کے نظام عدل و احتساب کے مندرجہ ذیل اصولوں کا علم تو شریعت اسلام کے ایک عام طالب علم کو بھی ہے:

① سزا (حد اور تعزیر) کی تنفیذ حکومت کا کام ہے جس کی نمائندگی قاضی یا حاکم کرتا ہے۔ شریعت نے یہ حق کسی فرد کو تفویض نہیں کیا۔

② شریعت قاضی یا حاکم کو مقدمہ کی مکمل تحقیق کا حکم دیتی ہے۔ مقدمہ کی سماعت، گواہوں کی شہادت، جرم، ثابت ہو جانے کے بعد یا مجرم کے قابل قبول اعتراف جرم کے بعد سزا قاضی کے حکم سے نافذ ہوتی ہے۔

③ مقدمہ کے پروسیجر Procedure کی طرح سزا یعنی حد یا تعزیر کے نفاذ

کا بھی ایک طریقہء کار ہے۔ مثلاً اسلام میں کوڑے مارنے کا وہ طریقہ نہیں ہے جو جنرل ضیاء الحق نے جاری کیا تھا، مجرم کو ٹکٹکی پر باندھا جاتا تھا، جلاّد کوڑے کو لہراتا ہوا دوڑ کر آتا تھا، کوڑا لگنے پر مجرم کی چیخیں لاؤڈ سپیکر پر نشر کی جاتی تھیں۔ یہ ضیاء صاحب کی ''اسلام کے نام پر اپنی ایجاد'' تھی۔

④ شریعتِ اسلام افرادِ معاشرہ کو بدظنّی اور تجسّس سے منع کرتی ہے اور چادر اور چار دیواری کے احترام کو تسلیم کرتی ہے۔ صرف وہم، خیال اور ظن کی بناء پر کسی کو زانی، زانیہ، چور، ڈاکو، شرابی، مرتد قرار دے کر سزا نہیں دی جا سکتی۔ کسی فرد کو کسی بھی حالت میں یہ اجازت نہیں　ع

تو مشق ناز کرخونِ دو عالم میری گردن پر

کوئی مُلاّ کسی فرد کو کسی کی جان لینے کا حق نہیں دے سکتا۔

⑤ عورتوں کا معاملہ تو اور بھی نازک ہے۔ اسلامی شریعت کسی لڑکی یا عورت کو ''زانیہ'' یا ''کال گرل'' (Call girl) کہنے کا حق نہیں دیتی' 4 عینی گواہوں کی ضرورت ہے۔ ایک شوہر اپنی بیوی پر بھی ایسا الزام لگانے کے بعد 4 عینی گواہ لانے کا پابند ہے، اگر گواہ نہیں لا سکتا تو 4 مرتبہ اپنے سچا ہونے کی قسم کھائے اور پانچویں مرتبہ اپنے جھوٹا ہونے کی صورت میں عذابِ الٰہی کو طلب کرے۔ اسی طرح اس کی بیوی کو بھی 4 قسموں کیلئے طلب کیا جائیگا اور پانچویں مرتبہ وہ بھی جھوٹی ہونے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا عذاب اور لعنت نازل ہونے کی تمنا کرے گی۔ اس کے بعد شریعت ان کا نکاح ختم کردے گی مگر عورت کو کوئی سزا نہیں دی جائے گی۔ شریعت نے اپنی بیوی کو ''غیر مرد کے ساتھ دیکھنے والے'' خاوند کا جو 4 عینی گواہ نہیں لا سکتا یہ علاج تجویز کیا ہے (تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیے سورۃ النور: 6-10)

بہت سے لوگ ''جرم زنا'' میں عینی گواہ کی شہادت کا مطلب نہیں سمجھتے۔ اس سلسلے میں پیر کرم شاہ الازہری مفسرِ قرآن کی رائے ملاحظہ فرمائیے:

''شہادت میں بھی حد درجہ کی احتیاط کی گئی ہے۔ چار ایسے مرد گواہ ہونے چاہئیں جو مسلمان' عاقل' بالغ' آزاد اور عادل ہوں، جن کی صداقت اور دیانت ہر شک وشبہ سے بالاتر ہو اور گواہی بھی اس طرح دیں کہ انہوں نے ملزم اور ملزمہ کو عین حالتِ مباشرت میں دیکھا ہے۔۔۔ اگر گواہوں کی گواہی میں جگہ، وقت، مزنیہ وغیرہ امور کے متعلق اختلاف پایا جائے تو گواہی مردود ہوگی اور حد نہ لگائی جائے گی، اثبات زنا کیلئے اتنی سختی اور احتیاطی تدابیر اختیار کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ شریعت کو لوگوں کو سزا دینے کا شوق نہیں۔!!''

(ضیاء القرآن جلد سوم صفحہ 289)

اگر گواہ جرم ثابت نہ کرسکیں یا گواہ تعداد میں دو یا تین ہوں تو ان پر ''قذف'' کی حد جاری کی جائے گی یعنی ان میں سے ہر ایک کو اسی کوڑے لگائے جائیں گے اور ان کی شہادت آئندہ عدالتِ اسلامی میں قبول نہ کی جائے گی (ملاحظہ فرمائیے سورۃ النور :4)۔

حضرت نبی کریم ﷺ کے عہدِ مبارک میں ایک ایسا ہی افسوسناک واقعہ ہوگیا اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور کی آیات نازل فرمائیں۔ چنانچہ اس میں ملوث تین صحابہؓ اور ایک صحابیہؓ پر قذف کی حد جاری کی گئی۔

(تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیے تنویر المقباس فی ابن عباس. ناشر المکتبہ' الشعبیہ بیروت لبنان' صفحہ292)

مولوی غلام سرور تو لاہور اور گوجرانوالہ کی ان 4 عورتوں کے قتل اور قذف دونوں کا مرتکب ہے بلکہ گوجرانوالہ کی پولیس بھی ان عورتوں کے خلاف چار چار عینی گواہ قاضی عدالت کے سامنے پیش نہیں کرسکی تو اَسّی اَسّی کوڑوں کی مستحق ہے اور باقی عمر کیلئے از روئے قرآن مردود الشہادت۔ عدالت میں قابل قبول نہیں تو پولیس کے محکمہ میں اس کی خدمات بھی قابل قبول نہیں۔ حکومت کو اس کیس کی پوری سنجیدگی سے تحقیق کرنی چاہیئے اور جرم ثابت ہونے پر شرعی سزا کے علاوہ انہیں نوکری سے بھی برخواست کرنا چاہیئے۔

پاکستان میں قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کا رجحان بڑی تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ ہر سال ''آنر کلنگ'' (Honor Killing) یعنی عزت کے نام پر قتل کی تقریباً ایک ہزار وارداتیں ہوتی ہیں اس کا مطلب ہے کہ ہر آٹھ گھنٹے کے بعد ایک عورت کو موت کے گھاٹ اُتار دیا جاتا ہے۔ اکثر ایسے قاتل یا تو گرفتار نہیں ہوتے یا سزا سے بچ جاتے ہیں۔ قانون کو ہاتھ میں لینے والے ایسے مردوں کو معاشرہ ''ہیرو'' قرار دیتا ہے۔ جو شخص بانی اسلام ﷺ پر نازل ہونے والی شریعت کو عملاً تخفیف کی نظر سے دیکھتا ہے وہ اپنے آپ کو خدا اور

رسول ﷺ سے زیادہ غیرت مند سمجھتا ہے' میں ایسے ملعون کو ہتکِ رسول ﷺ کا مرتکب سمجھتا ہوں۔حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں یہود کی یہی حالت تھی۔ایک مرتبہ یہود ایک عورت کو زنا کے جُرم میں سنگسار کرنے کیلئے شہر کے دروازہ پر لے آئے۔اتفاق سے حضرت عیسیٰؑ ادھر آنکلے۔حضرتؑ نے فرمایا کہ پہلا پتھر اس عورت پر وہ شخص چلائے جو خود زنا کا مرتکب نہ ہؤا ہو۔تھوڑی دیر کے بعد وہ میدان خالی ہوگیا۔سب جُبّہ پوش سر جھکا کر وہاں سے کھسک گئے۔حضرت عیسیٰؑ نے اس عورت کو توبہ کی نصیحت کرنے کے بعد اسے وہاں سے رخصت کر دیا۔حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی معاشرے کے مرد پاکباز اور عفیف ہوں تو ان کی عورتیں بھی پاکدامن اور باعصمت ہوتی ہیں۔غیرت کے نام پر قتل کرنے والوں کی پرائیویٹ زندگی میں جھانک کر دیکھ لیں' آپ کو گھن آئے گی۔حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب میری اُمّت یہود کے شانہ بشانہ چلے گی اور اتنی مشابہت ہوجائے گی جتنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ سے مشابہ ہوتی ہیں۔

مولوی غلام سرور نے جو کل تک ظلِ ہما کے قتل کو''جہاد'' قرار دے رہا تھا اور اس جرم پر فخر کا اظہار کرتا تھا' اپنے بیان میں یہ بھی کہا تھا کہ اگر اسے موقعہ ملا تو پھر ایسی ہی قتل و غارت کرے گا،اب کسی کے''سمجھانے'' پر اس جُرم سے انکار کر دیا ہے۔

یادش بخیر،مولویوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ مذہبی مصلحت اور دینی مفاد کیلئے جھوٹ بولنا جائز بلکہ بعض حالات میں ضروری ہوتا ہے۔اُردو لنک میں راقم الحروف ان علماء کی کتابوں کے حوالہ جات کے ساتھ ان کے اس مسلک کا ذکر کر چکا ہے۔غالباً اس خونی مُلّا کے متموّل اور بااثر اسے آیندہ استعمال کیلئے سزا سے بچانا چاہتے ہیں۔

{نوٹ: تازہ خبر آئی ہے کہ عدالت نے مولوی غلام سرور کو دو مرتبہ پھانسی اور ایک لاکھ روپیہ جرمانہ کی سزا سُنا کر انصاف کے تقاضے پورے کر دیئے ہیں۔}

(بحوالہ : اُردو لنک 23 مارچ 2007صفحہ12)

****

نظم

چوہدری محمد علی مضطرؔ عارفی

اس حسنِ مجسّم نے مسحور کیا سب کو
اپنے بھی غلام اس کے ، بیگانے بھی گرویدہ

اس جانِ تمنّا کو ، اس غیرتِ محفل کو
چاہا بھی تو درپردہ، دیکھا بھی تو دزدیدہ

تعریف سے بالا ہے، توصیف سے مستغنی
ہر بات حسیں اس کی ، ہر کام پسندیدہ

تھا شور بپا اتنا کل بزمِ نگاراں میں
جب ذکر چھڑا اس کا سب ہو گئے سنجیدہ

ان سرخ ستاروں کو پلکوں میں پرو لیں گے
سجدوں میں سمو لیں گے ہم اے دلِ شوریدہ

ہم پہ جو گزرتی ہے معلوم ہے سب اس کو
حالات ہمارے تو اس سے نہیں پوشیدہ

پوچھیں تو دکھا دینا جو داغ ہیں فرقت کے
یا پڑھ کے سنا دینا مکتوبِ دل و دیدہ

ہم بھی کبھی جائیں گے دربارِ محبت میں
ترسیدہ و لرزیدہ ، غلطیدہ و لغزیدہ

بااِیں ہمہ دلداری، بااِیں ہمہ ستّاری
مضطرؔ! وہ کہیں تم سے ہو جائیں نہ رنجیدہ

سردار رفیق احمد صاحب مرحوم آف لندن

مبارک احمد، پورٹ لینڈ

حدیثِ مبارکہ ہے کہ مسلمانو تم وفات پا جانے والے کا ذکرِ خیر کیا کرو تا کہ اس کی نیکیوں کو سن کر تمہیں بھی نیکیاں کرنے کی توفیق ہو۔ اسی ارشاد کے تحت یہ عاجز آج اپنے ایک پیارے روحانی بھائی مکرم سردار رفیق احمد آف لندن ابن ڈاکٹر سردار نذیر احمد صاحب مرحوم کا ذکرِ خیر کرنا چاہتا ہے جو قضائے الٰہی سے اچانک 15 اگست 2006 کو برین ہیمبرج کی وجہ سے بعمر 67 سال انتقال کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مرحوم کئی خوبیوں کے مالک تھے۔ جماعتی کاموں میں پیش پیش رہتے تھے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں ہمیشہ کمربستہ تھے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے لندن میں بروز جمعرات بعد از نمازِ عصر 17 اگست کو اس خادمِ دین کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور ایک کثیر تعداد احبابِ جماعت نے مرحوم کی نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے، آمین۔

خاکسار کا مرحوم سے 1967 سے تعلق تھا جبکہ یہ عاجز تعلیم الاسلام کالج ربوہ کا B.Sc. کا طالبعلم تھا اور آپ نئے نئے نیروبی (کینیڈا) مشرقی افریقہ سے ربوہ تشریف لائے تھے۔ جلد ہی آپکی علمی قابلیت اور جماعتی تعلیمی اور تربیتی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی وجہ سے محلّہ دارالصدر شمالی ربوہ کے خدام نے آپ کو اپنا زعیم چُن لیا اور یہ عاجز بطور معتمد آپ کے ساتھ کام کرتا رہا۔ (ہمارے موجودہ نائب امیر جناب ظہیر باجوہ صاحب بھی اسی محلّہ کی مسجد انوار سے منسلک تھے)۔ خاکسار نے B.Sc. کرنے کے بعد ربوہ میں نئی جاری ہونے والی M.Sc. فزکس کلاس میں داخلہ لے لیا اور آپ بھی پرائیویٹ B.A. کرنے کے بعد M.A. عربی میں تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں داخل ہو گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ 1970 میں جب مغربی افریقہ کے کامیاب دورہ سے واپس تشریف لائے تو آپ نے ربوہ میں احبابِ جماعت سے خطاب کرتے ہوئے خدا کی منشاء کے تحت جاری ہونے والی ''نصرت جہاں آگے بڑھو'' سکیم کو جاری فرمایا اور اہلِ افریقہ کی طبّی اور تعلیمی ضروریات کے پیشِ نظر وہاں احمدیہ ہسپتال اور سیکنڈری سکولز کے اجراء کا اعلان فرمایا اور اس سلسلہ میں جماعت کے ڈاکٹرز اور اساتذہ سے تین تین سال کے لئے وقفِ عارضی کی اپیل کی۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان تھا کہ ہم دونوں بھی اس سکیم کے تحت وقف کرنے کے بعد B.Ed. کرنے کیلئے لاہور گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن میں داخل ہو گئے کیونکہ افریقہ میں پڑھانے کیلئے ٹیچنگ کی ڈگری ہونا ضروری تھی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد حضورؒ نے اس عاجز کو گھانا (اساکورے اور سلاگا کے سیکنڈری سکولز میں بطور پرنسپل) بھجوایا اور مکرم سردار رفیق احمد صاحب کو لائبیریا Sonyea Town کے احمدیہ سیکنڈری سکول میں بطور پرنسپل بھجوایا۔ آپ وہاں مسلسل 16 سال تک بعض دفعہ نہایت نا مساعد حالات میں کام کرنے کے بعد 1989 میں واپس لندن تشریف لائے۔ یہاں پہنچ کر بھی آپ مسلسل جماعتی کاموں میں مصروف رہے۔ مجھے یاد ہے کہ جب یہ عاجز 1992 میں جلسہ سالانہ پر یو۔کے حاضر ہوا تو آپ کے ذمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے شعبہ ڈاک کی ذمہ داری تھی چنانچہ چند دن مجھے بھی آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقعہ مل گیا۔ خاکسار کی رہائش بھی آپ ہی کے پاس تھی اور آپ نے ہر طرح سے اس عاجز کا خیال رکھا اور خوب مہمان نوازی کا حق ادا کیا۔ گو اور مہمان بھی آپ کے پاس قیام پذیر تھے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔

جماعتی جلسوں میں شمولیت کا بہت شوق تھا۔ نہ صرف یورپ کے اکثر ممالک میں با قاعدگی سے ہونے والے جلسوں میں شرکت کی بلکہ 2004 میں کینیڈا کے جلسہ پر بھی شمولیت فرمائی۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز یہاں تشریف لائے تھے۔ آپ نے امریکہ جلسہ پر بھی شمولیت کیلئے 2006 میں ٹکٹ تک خرید رکھی تھی کیونکہ حضور انور کا پروگرام اس جلسہ پر رونق افروز ہونے کا تھا۔ تاہم زندگی نے وفا نہ کی اور اگست 2006 میں جلسہ سے پہلے ہی آپ داغِ مفارقت دے گئے۔ بعض وجوہات کی بناء پر حضور انور کا پروگرام بھی امریکہ کا نہ بن سکا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ادا کرنے کی بہت توفیق عطا فرمائی۔ قیام اللیل اور صوم رمضان کے علاوہ خدا تعالیٰ نے آپ کو مختلف اوقات میں عمرہ اور حج بیت اللہ کی توفیق بھی عطا فرمائی۔ اور ہم سب کیلئے دعاؤں کا باعث بنے۔ لندن میں گھر مسجد سے دور ہونے کے باوجود اکثر نمازِ فجر اور مغرب کیلئے مسجد فضل لندن میں حاضر ہوتے تھے۔

2001 میں امریکہ سے پاکستان جاتے ہوئے خاکسار راستے میں جماعت جرمنی کے سالانہ جلسہ میں شمولیت کیلئے رُکا تو وہاں بھی آپ سے ملاقات ہوئی، بڑے خلوص و محبت سے ملے اور اپنے بیٹے عزیزم مشہود احمد کے ولیمہ کی دعوت دی چنانچہ خاکسار نے لندن میں پاکستان سے واپسی پر اس دعوت میں شمولیت کی۔ یہ ملاقات بھی میرے لئے بہت خوشی اور طمانیت کا باعث ہوئی، الحمد للہ۔

خاکسار نے اپنے بڑے بیٹے عزیزم عطاء الوہاب احمد کیلئے جب مناسب رشتہ کیلئے دعا کی درخواست کی تو کہنے لگے کہ میری اپنی بہو کی چھوٹی بہنیں ہیں۔ ماشاء اللہ قرأت میں اکثر فرسٹ آتی ہیں اور لجنہ کے کام میں بھی مسابقت کی روح ہے۔ یہ لوگ جلسہ امریکہ 2003 پر امریکہ جارہے ہیں۔ ان سے مل لیں۔ چنانچہ اس طرح یہ رشتہ طے پا گیا۔ ہم لوگ جلسہ لندن 2003 پر لندن جا کر منگنی کر آئے اور حسبِ معمول آپ ہی کا گھر قیام کی جگہ بنا۔ اس دفعہ تو خاص طور پر اکرامِ ضیف کا خیال رکھا۔ ہماری سہولت کیلئے اپنے گھر کی چابی بھی دے دی تا کہ آمد و رفت میں سہولت رہے۔ اسی طرح مہمان نوازی کا سلوک اگلے سال 2004 میں رہا جب ہم لوگ جلسہ پر ہی عزیزم عطاء الوہاب کی شادی کیلئے لندن حاضر ہوئے۔ بڑی خواہش کا اظہار کیا کہ ہمارے گھر کو ہی دولہے کے گھر کے طور پر استعمال کریں اور برات یہاں سے ہی روانہ ہو۔ دعا ہے کہ مرحوم کی دعاؤں سے ہونے والا یہ رشتہ طرفین کیلئے قرۃ العین بنے، آمین۔ بیٹے عطاء الوہاب کے ولیمے میں شمولیت کیلئے خاص طور پر لندن سے تشریف لائے۔

اپنے دادا حضرت ماسٹر عبدالرحمٰنؓ کے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے انہوں نے آپ کا یہ عجیب واقعہ بھی بیان فرمایا کہ ایک دفعہ جب آپ بطور ہیڈ ماسٹر جزائر انڈیمان میں کام کر رہے تھے تو آپ نے ایک مقامی شخص کی سفارش بطور تقرری اسسٹنٹ ہیڈ ماسٹر اپنے متعلقہ محکمہ کو بھجوائی۔ مگر محکمے والوں نے انڈیا کے کسی اور شخص کی تقرری ان کے سکول میں کردی۔ جس پر مقامی شخص کو بڑا رنج ہوا۔ اس پر آپ نے اُسے کہا کہ تم ایک سو دفعہ استغفار روزانہ کیا کرو۔ کچھ دنوں بعد اس شخص نے حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن مرحومؓ کو اپنی خواب بتائی کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ حکومتِ برطانیہ کے حکم کو منسوخ کرنے کیلئے ایک سو دفعہ استغفار کافی نہیں۔ چنانچہ حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحبؓ نے اُسے کہا کہ پھر تم دو سو دفعہ استغفار شروع کردو۔ اس پر چند دنوں کے بعد سکول میں آرڈر آیا کہ انڈیا کے شخص کی تقرری منسوخ کی جاتی ہے اور مقامی شخص کو بطور اسسٹنٹ ہیڈ ماسٹر مقرر کیا جاتا ہے۔

مرحوم اپنی بیشمار انمول یادوں کو چھوڑ کر ہم سے رخصت ہو چکے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مخلص بھائی کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات کی بلندی فرماتے ہوئے اپنے قرب میں جگہ عطا فرمائے۔ ان کی خوبیوں اور اوصاف کو ہم سب میں روشن فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

****

مہمان نوازی اور دعوت کے آداب

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ:

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری سنت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ میزبان اعزاز و تکریم کے ارادہ سے مہمان کے ساتھ گھر کے دروازے تک الوداع کہنے آئے۔

(ابن ماجہ ابواب الاطعمہ باب الضیافۃ)

جماعتِ احمدیہ البانیہ کے پہلے جلسہ سالانہ کا شاندار انعقاد

ڈاکٹر عبدالشکور اسلم خان، صدر جماعت احمدیہ البانیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ثُمَّ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہ جماعت احمدیہ البانیہ کو مورخہ 20 رمئی 2007 کو اپنا پہلا جلسہ سالانہ منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ جیسا کہ احباب کو معلوم ہے کہ البانیہ میں جماعت احمدیہ عالمگیر کو 2002ء میں ایک بہت بڑی مسجد اور مشن ہاؤس تعمیر کرنے کی توفیق ملی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مسجد کی تعمیر پر اس کو بیت الاول کا نام دیا جبکہ مشن ہاؤس کو دارالفلاح کے نام سے موسوم کیا۔

مئی 2003ء سے احمدیہ کامپلیکس سے جماعت کی باقاعدہ مساعی کا آغاز ہوا۔ مسجد بیت الاول میں لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ باقاعدہ پانچ وقت کی اذان دی جانے لگی۔ نماز جمعہ میں غیر از جماعت باقاعدگی سے شامل ہوتے ہیں۔ تبلیغی مساعی کے ذریعہ البانین لوگ آہستہ آہستہ جماعت میں شامل ہونے شروع ہوئے۔ فروری 2004 میں مکرم بجیر ایازی صاحب جو اُس وقت 84 سال کے تھے باقاعدہ بیعت کر کے جماعت میں شامل ہوئے۔ قادیان سے دو مبلغین کرام مکرم شاہد احمد صاحب بٹ اور صمد احمد صاحب غوری اکتوبر 2005ء سے آچکے ہیں۔ اب اللہ کے فضل سے ایک چھوٹی سی جماعت قائم ہو چکی ہے۔ چنانچہ امسال حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعاؤں کے طفیل جماعت البانیہ نے پہلا جلسہ سالانہ منعقد کرنے کا پروگرام بنایا۔ جماعت جرمنی کے مشورہ سے تاریخ اور پروگرام طے کیا گیا۔ جرمنی کے احمدیہ بلیٹن میں جلسہ کی تاریخ کا اعلان کیا گیا۔ البانیہ میں زیر تبلیغ افراد اور ممبران جماعت کے ذریعہ مختلف ذرائع سے جلسہ کی تشہیر کی گئی۔ اس کے لئے باقاعدہ دعوت نامے جاری کئے گئے۔ جلسہ سالانہ کے کاموں کو بہتر بنانے کے لئے جلسہ سالانہ کے تعلق میں ڈیوٹیاں تقسیم کی گئیں۔ مشن ہاؤس میں ایک لیکچر ہال اور لائبریری موجود ہے۔ اس لئے مقامِ جلسہ گاہ کے طور پر ان دونوں جگہوں کو استعمال کیا گیا۔ ان جگہوں کو مناسب Banners سے آراستہ کیا گیا۔ مختلف احباب کے سپرد مناسب حال ذمہ داریاں تقسیم کی گئیں۔

جلسہ کے موقعہ پر جماعت احمدیہ عالمگیر کی طرف سے شائع شدہ قرآن کریم کو شاملین جلسہ کے سامنے پیش کرنے کے لئے ایک نمائش کا بندوبست کیا گیا۔ اس میں 33 تراجم رکھے گئے۔ ساتھ ہی مختلف ممالک میں جماعت کی طرف سے بننے والی 45 مساجد کو بھی بذریعہ تصاویر پیش کیا گیا۔

اس جلسہ میں شمولیت کے لئے Kosovo سے 6 افراد محترم موسیٰ رستمی صاحب صدر جماعت Kosovo کی معیت میں شامل ہوئے۔ جبکہ جرمنی جماعت سے محترم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب امیر جماعت احمدیہ جرمنی، محترم مولانا حیدر علی صاحب ظفر مبلغ انچارج جرمنی، محترم حافظ فرید احمد صاحب خالد اسسٹنٹ نیشنل سیکریٹری تبلیغ، محترم ناصر احمد صاحب نیشنل آڈیٹر اور محترم سید خاور احمد صاحب ایڈیشنل نیشنل سیکریٹری جائیداد شامل ہوئے۔ جماعت احمدیہ UK کی طرف سے مکرم عبداللطیف خان صاحب نے بطور نمائندہ UK جماعت اور محترم عابد احمد صاحب ناصر صدر جماعت ہنسلو نے شرکت کی۔ اسی طرح Sweden سے محترم محمد زکریا خان صاحب خصوصی طور پر جلسہ میں تقریر کرنے کے لئے تشریف لائے۔ الغرض البانیہ کے علاوہ چار ممالک کی جلسہ میں نمائندگی ہوئی۔ الحمدللہ

جلسہ کا پروگرام مورخہ 20 مئی 2007 بوقت 10 بجے زیر صدارت محترم عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب امیر جماعت احمدیہ جرمنی شروع ہوا۔ پہلے سیشن کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا مکرم صد احمد صاحب غوری مبلغ البانیہ نے کی اور اس کا البانین ترجمہ پیش کیا۔ اس کے بعد ایک البانین نوجوان مکرم Bekim Bici (بیکم بیسی) نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا قصیدہ خوش الحانی سے پڑھا اور اس کا البانین ترجمہ بھی سنایا۔ مکرم شاہد احمد صاحب بٹ مبلغ البانیہ نے حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا پیغام پڑھ کر سنایا۔ بعدہ مکرم موسیٰ رستمی صاحب صدر جماعت احمدیہ Kosovo نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے چیدہ چیدہ واقعات سنائے۔ مکرم شاہد احمد صاحب بٹ نے صداقت حضرت مسیح موعودؑ از روئے قرآن وحدیث کے موضوع پر تقریر کی۔ اس کے بعد مکرم مولانا حیدر علی صاحب ظفر مبلغ انچارج جماعت احمدیہ جرمنی نے عربی زبان میں تقریر کی۔ جس میں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربی تحریرات کی روشنی میں ہستی باری تعالیٰ، شان خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور عظمت قرآن مجید پر روشنی ڈالی۔ ساتھ ساتھ اس کا البانین ترجمہ بھی پیش کیا جاتا رہا۔ 12:30 بجے پہلا اجلاس اختتام پذیر ہوا۔ پروگرام کے مطابق حاضرین کی خدمت میں دوپہر کا کھانا پیش کیا گیا۔ اس کے بعد نماز ظہر وعصر جمع کر کے ادا کی گئی۔ نماز کے بعد چائے اور کافی کا بھی انتظام کیا گیا۔

دوسرا اجلاس 1:30 بجے محترم امیر صاحب جماعت احمدیہ جرمنی کی زیر صدارت شروع ہوا۔ اس میں دو مبایعین مکرم Bujar Ramai (بویار رامئی) صاحب اور مکرمہ Eliona Çela (ایلیونہ چےلہ) صاحبہ نے جماعت میں شامل ہونے کے واقعات پر مشتمل اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ بعدہٗ محترم محمد زکریا خان صاحب جنہوں نے قرآن مجید کا البانین زبان میں ترجمہ کیا نیز سلسلہ کی بہت سی کتب کے بھی مترجم ہیں، نے جماعت احمدیہ پر ہونے والے چند اہم اعتراضات اور ان کے جوابات کو بہت احسن رنگ میں پیش کیا۔ جس کے بعد حاضرین کو سوالات کا موقعہ بھی دیا گیا۔

اس کے بعد مکرم صد احمد صاحب غوری مبلغ سلسلہ البانیہ نے اسلام کی خوبصورت تعلیم کو مدلل طور پر پیش کیا۔ ازاں بعد محترم امیر صاحب جماعت احمدیہ جرمنی نے اختتامی خطاب فرمایا۔ اس میں آپ نے اپنے قبول احمدیت کے واقعات بیان فرمائے۔ نیز اپنے اس سفر کو ظلمات سے نور کے سفر کے طور پر تعبیر کیا۔ ان واقعات کو سن کر حاضرین بہت متاثر ہوئے۔ اس کے بعد مکرم عبد اللطیف خان صاحب نمائندہ UK جماعت نے امیر صاحب جماعت احمدیہ UK اور ممبران کی طرف سے تمام حاضرین جلسہ کو محبت بھرے سلام کا تحفہ اور پہلا جلسہ سالانہ منعقد کرنے پر مبارک باد دی۔ بعدہٗ خاکسار ڈاکٹر عبد الشکور اسلم خان نے شامل ہونے والے احباب کا شکریہ ادا کیا۔ جس کے بعد دعا پر یہ جلسہ اپنے اختتام کو پہنچا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس پہلے جلسہ میں 138 مرد وخواتین نے شرکت فرمائی۔ یہ بات خاص طور پر محسوس کی گئی کہ حاضرین کرام نے جملہ پروگرام کو نہایت انہماک سے سنا اور ہمہ وقت پروگرام میں شامل رہے۔ جلسہ میں شرکت کرنے والے احباب میں ملک کی بعض معزز شخصیات مثلاً البانیہ کے سعودی عرب میں سابق ایمبیسڈر، سابق ممبران پارلیمنٹ، پروفیسرز اور علمی احباب نے بھی شرکت کی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ البانیہ جماعت کی اس حقیر مساعی کو قبول فرمائے اور لوگوں کے دلوں کو حق وصداقت کے قبول کرنے کے لئے جلد کھولے اور جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ البانیہ کو ایک بہت بڑی اور خوبصورت مسجد عطا فرمائی ہے اُسی طرح نیک اور پاک لوگوں پر مشتمل ایک بڑی اور تقویٰ شعار جماعت بھی جلد عطا فرمائے۔ آمین اللّٰھم آمین۔

تبصرہ

لطف الرحمٰن محمود

تعلیم القرآن

کتاب: تعلیم القرآن (T'alimul Qur'an)

مصنف: ڈاکٹر کریم اللہ زیروی

ناشر: احمدیہ مُوومنٹ اِن اسلام

15000 گڈ ہوپ سلور سپرنگ' میری لینڈ۔ یو۔ ایس۔ اے

ضخامت: 275 صفحات

ایڈیشن: اوّل (جون 2007)

قرآن مجید دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ یہ مصحفِ اقدس شریعتِ اسلام کا سب سے بڑا مصدر ومنبع ہے۔ اس کی تلاوت کو اسلامی عبادات میں مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ قرآن مجید عربی مُبین میں نازل ہوا جبکہ رُوئے زمین پر مسلمانوں کی غالب اکثریت ان اقوام وقبائل پر مشتمل ہے جن کی مادری زبان عربی نہیں۔ قرآن کریم کا پڑھنا' سمجھنا اور اس کے عظیم پیغام کے فہم وادراک کی کوشش کے ساتھ ساتھ ہر مسلمان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ صحیح عربی لحن ولہجہ میں اس کی تلاوت کر سکے۔ اس کارِ خیر میں سہولت کے لئے علماء نے تجوید وترتیل کے موضوع پر بہت سی کتابیں عربی اور دوسری زبانوں میں لکھی ہیں۔ ایسی چند کتابیں اُردو میں بھی دستیاب ہیں۔ ڈاکٹر کریم اللہ زیروی نے جماعت کے انگریزی خوان قارئین کے لئے بڑی محنت اور عرق ریزی سے ایک ایسی ہی کتاب مرتّب کی ہے جو 16 ابواب پر مُشتمل ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں قرأت' تجوید کے علاوہ قرآن مجید کے نزول' تدوین' ترتیب اور دیگر پہلوؤں پر بہت سی مفید معلومات کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ پہلے باب میں الہامی کتاب کی حیثیت سے بُنیادی تعارف پیش کیا گیا ہے۔ سورتوں اور سپاروں کے نام' سات منازل' حروفِ مقطعات' مقاماتِ سجدہ ہائے تلاوت' وغیرہ۔ بعض آیاتِ قرآنی کی سماعت پر کہے جانے والے جوابی کلمات سے بہت سے قارئین ناواقف ہیں۔ یہ تمام آیات' جوابات کے ساتھ درج کر دی گئی ہیں۔

دُوسرے باب میں عربی حروفِ تہجی کے تعارف کے علاوہ حروفِ شمسیہ' حروفِ قمریہ اور ہم آواز حروف کے صَوتی فرق کو واضح کیا گیا ہے۔ تیسرے باب میں فنِ تجوید کو متعارف کروایا گیا ہے اور اس حوالے سے چھوٹی بڑی غلطیوں کی نشاندہی کی گئی ہے اور مثالیں دے کر اہم اصطلاحات کی وضاحت کی گئی ہے۔ کتاب کا چوتھا باب خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اس میں حروفِ علّت (Vowels) مُتحرّک حروف اور اعراب کی بحث کی گئی ہے۔

پانچویں باب میں رموزِ اوقاف اور علامات کی وضاحت پیش کی گئی ہے۔ چھٹے باب میں حروف کے مخارج کا جائزہ لیا گیا ہے اور ساتویں باب میں حروف کے ملاپ اور اتّصال پر بحث کی گئی ہے اور مثالیں دے کر جزم' تنوین' نون غنّہ اور دیگر تراکیب اور اِن اصطلاحات کا استعمال واضح کیا گیا ہے۔

کتاب کا نواں باب بھی خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اس میں اُن غلطیوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو تلاوت میں بار بار مُشاہدے میں آئی ہیں۔ دسویں' گیارہویں اور بارہویں باب میں عربی کے قواعد زبان اور صَرف و نحو کے مختلف اسباق اور اصطلاحات کا عام فہم زبان میں ذکر کیا گیا ہے۔ تیرھویں باب میں اصلی ہندسے (Cardinal Numbers) ایک سے سو تک دیئے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ اعدادِ ترتیبی (Ordinal Numbers) بھی دیئے گئے ہیں۔ چودھواں باب خاص دلچسپی کا حامل ہے۔ اس میں سورۃ فاتحہ' اور اس کے بعد آنے والی چار سورتوں (البقرہ' ال عمران' النساء اور المائدہ) کی آیات کا تحت اللفظ اُردو ترجمہ دیا گیا ہے۔ بامحاورہ اُردو ترجمہ کے علاوہ انگریزی ترجمہ بھی درج کیا گیا ہے۔ ہر سورۃ کے آغاز میں مختصر سا تفسیری تعارف بھی دیا گیا ہے۔ پندرھویں باب میں مُفردات القرآن کے تحت' سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرہ میں وارد ہونے والے تقریباً 1250 الفاظ وتراکیب کا انگریزی ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔ یہ نہایت مفید ذخیرۂ الفاظ (Vocabulary) ہے۔

کتاب کے سولہویں یعنی آخری باب کو معنوی اور رُوحانی لحاظ سے زیرِ نظر کتاب کی معراج قرار دیا جاسکتا ہے۔ فاضل مؤلف نے مشہور قرآنی دعاؤں کو اس باب میں یکجا کر دیا ہے۔ سورۃ الفاتحہ اور قرآن مجید کے آخری سپارے کی متعدد سورتیں نماز کی ادائیگی کے لئے ہر مسلمان کو یاد ہوتی ہیں۔ ان تمام ادعیۃ القرآن کو بھی یاد کر لینا چاہیئے اور اُنہیں اپنی دُعاؤں میں بکثرت استعمال کرنا چاہیئے۔ ایسا کرنا نہ صرف یہ کہ قبولیت دُعا میں مُمد ہوگا بلکہ قُربِ الٰہی کی ضمانت بھی ثابت ہوگا۔ ان دعاؤں کا انگریزی ترجمہ بھی دیا گیا ہے بلکہ آسانی کے لئے تحویلِ حرفی (Transliteration) کے ذریعے مزید آسانی پیدا کردی گئی ہے۔

قرآن مجید معارفِ رُوحانیہ کا ایک بحرِ بیکراں ہے۔ اس کا بہت سے علوم وفنون سے گہرا تعلق ہے۔ اگرچہ تجوید و ترتیل اس کتاب کا مرکزی موضوع ہے مگر تالیف میں قرآن کریم کے دیگر پہلوؤں کا ذکر آجانا ایک طبعی امر ہے۔ غالباً ضخامت میں اضافہ سے بچنے کیلئے بعض عناوین کو مجبوراً چھوڑا گیا ہے مثلاً اسماء القرآن' مکّی اور مدنی سورتوں کا ذکر' اور خاص طور پر فضائلِ قرآن کے حوالے سے اس کی متیازی خصوصیات کا ذکرِ خیر۔ اگر کسی آیندہ ایڈیشن میں یہ مواد شامل کر لیا جائے تو اس مفید کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ کا باعث ہوگا۔ فنِ تجوید وقرأت پر کتب کی اہمیت مسلّم' مگر اس کے باوجود جائے استاد خالی است! اس فن کے ماہرین سے استفادہ ہی آپ کو اس مخصوص راہِ سلوک کی اعلیٰ منازل تک پہنچانے میں مُمد ہوگا۔

بزرگانِ اُمّت اپنے اپنے وقت میں' اور اپنے اپنے رنگ میں' حمد اور نعت پر مشتمل منظوم کلام رقم کرتے رہے ہیں مگر بانی سلسلہ احمدیہ' حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے حمد باری تعالیٰ اور نعتِ رسول مقبول ﷺ کے علاوہ عظمتِ قرآن پر عربی' فارسی اور اُردو میں منظوم کلام پیش کرنے کی ایک نئی روایت قائم فرمائی۔ حضور علیہ السلام ہی کا ایک شعر ہے ؎

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چُوموں
قرآں کے گرد گُھوموں کعبہ میرا یہی ہے

حضرت اقدسؑ اپنے تمام ماننے والوں کے رگ و ریشہ میں یہی عشق ومحبت پیدا کرنا چاہتے تھے۔ اس کے اظہار کا ایک پہلو تجوید و ترتیل کے ساتھ اس کی تلاوت ہے۔ زیرِ نظر کتاب سے ہر احمدی کو استفادہ کرنا چاہیئے تاوہ خود اور اُس کے اہل وعیال بھی سوز و گداز اور خوش الحانی سے تلاوت کرنے کے فن پر عبور حاصل کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پاک کلام کی محبت عطا فرمائے اور بروزِ حشر اس کی شہادت وشفاعت ہمارے حق میں محسوب فرمائے، آمین۔

جلسہ سالانہ امریکہ کے چند واقعات

احمد علی ریٹائرڈ ٹیچر تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ

ہم جلسہ سالانہ 2006 جماعتہائے امریکہ میں شمولیت کے لئے Albany سے گاڑی میں سوار ہو کر نیویارک، پنسلوینیا، میری لینڈ اور ورجینیا ریاستوں سے گزرے تو سڑک کے دونوں جانب حدِ نظر تک بلند و بالا سلسلہ ہائے کوہ پر گھنے جنگلات اور سرسبز و شاداب وادیاں، جھیلیں اور دریا تھے۔ اس حسنِ فطرت کی فراوانی کا نظارہ کرتے اور لطف اندوز ہوتے قریباً چار سو میل کا راستہ قدرتی نقاشی میں محوِ حیرت گزرتا رہا اور نقاشِ فطرت کی مصوری کی تسبیح و تحمید میں زبانیں شیریں رہیں۔ سفر کے اختتام پر جائے رہائش پر پہنچ کر میری زبان پر یہ شعر جاری ہو گیا ؎

حسنِ فطرت کو اپنی بے حجابی کے لئے
ہوں اگر شہروں سے بن پیارے تو شہر اچھے کہ بَن

تو میرے ساتھی نے کہا کہ آپ پاکستان میں شاہراہِ ریشم پر گلگت سے درۂ خنجراب (چین کی سرحد) تک جاتے ہوئے جب مناظر کو دیکھتے رہے تھے تو یہ شعر زبان پر کیوں نہ آیا تھا حالانکہ وہاں برف پوش پہاڑوں کی چوٹیوں سے اُبل اُبل کر سفید موتیوں کی طرح آبشاریں نیچے دریا میں گر رہی تھیں۔ میں نے عرض کیا کہ نہ وہ خاموشی خود اختیاری تھی نہ اب اس شعر کا دماغ کے پردوں سے ابھر کر زبان پر آنا خود اختیاری ہے۔ کہنے لگے گویا ع

نظیرِ حسن ہے حسنِ نظر میں

میں نے کہا کہ نہیں یہ امریکہ بہادر کی بہادری ہے کہ دماغ کو برمحل حاضری مل گئی اور زبان و قلم کو بیانِ حسن کے لئے آمادہ کیا ہے ورنہ وہ حسن فطرت کے نظارے ان سارے مناظر کو شرمندہ کرنے والے ہیں۔ یہاں نہ اگست ستمبر کے موسم میں برف پوش چوٹیاں دیکھی ہیں نہ سفید موتیوں کی طرح پانی کی آبشاریں۔ اس کمی کو ایک اونچے مقام پر منعقد جلسہ سالانہ جماعت ہائے امریکہ نے پورا کر دیا جو وسیع و عریض ہالوں میں ہو رہا تھا۔ ایک ہال میں مستورات کیلئے انتظام تھا ہم نے اپنی ساتھی مستورات کو وہاں گاڑی سے اتارا۔ اور دوسرے ہال میں مردوں کے لئے انتظام تھا۔ جب اُدھر کا رُخ کیا تو خدام الاحمدیہ کے مخصوص رومال کندھوں پر سجائے خدام اور اطفال نہایت مستعدی سے ٹریفک کنٹرول کی خدمت پر متعین تھے۔ ایک نوجوان نے پارکنگ کے لئے اشارے سے رہنمائی کی۔ گاڑیاں اپنے اپنے سائز کے مطابق کھڑی کروائی گئی تھیں۔ یہ حسنِ ترتیب بھی دیدنی تھا گویا اُودے، نیلے، پیلے پیرہن میں پریاں قطار اندر قطار کھڑی ہیں۔ جلسہ گاہ میں داخل ہوتے ہی رجسٹریشن ڈیسک پر موجود خدام خندہ پیشانی سے ہر ایک کا نام اور مختصر سا پتہ ایک رجسٹر میں درج کر کے ایک تعارفی خوبصورت سا کارڈ نرم اور ملائم سی ڈوری میں لگا کر دے رہے تھے۔

سٹیج کے دائیں اور بائیں کرسیوں پر اور سامنے نیچے نہایت صاف ستھرے قالین پر بیٹھ کر تمام پروگرام سنے جا رہے تھے۔ سامنے دو بڑی بڑی سکرینوں پر سٹیج سے سامعین سے خطاب کرنے والے دکھائے بھی جا رہے تھے یہ تمام کام ایسے منظم انداز سے انجام پا رہے تھے جیسے سلسلہ احمدیہ کے مرکز ربوہ میں نظر آیا کرتے تھے یہ سب کچھ دیکھ اور سن کر محترمہ امتہ الباری ناصر صاحبہ کا یہ شعر زبان پر آ گیا ؎

ہوئے ہیں جب سے بے گھر میرے آقا
ساری دُنیا میرا گھر بن گئی ہے

سٹیج سے اطلاعات و اعلانات لاؤڈ سپیکر پر کرنے والے کے علاوہ مقررین اور ان کی تقاریر کے بارے میں قلم اٹھانا اپنی کم علمی سے قارئین کی طبائع کو مکدر کرنا ہوگا۔ ان سب احباب کے لئے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ان کے علم وعرفان میں ایمان واخلاص میں برکت عطا فرمائے۔ اللّٰھم زد فزد۔ آخری اجلاس میں ایک نوجوان نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کا منظوم کلام اس صحت تلفظ اور خوش الحانی سے سنایا کہ ساری وادی گونج اٹھی اور سب سامعین نے پسند کیا، ماشاء اللہ۔

افرادِ جماعت سے یہی سنا کہ توقع سے بڑھ کر بہت اچھی حاضری تھی۔ دنیا کے کونے کونے سے اس جلسہ میں شامل ہونے والے بلا امتیاز رنگ و نسل یوں بغل گیر ہو رہے تھے جیسے مدتوں کے بچھڑے بھائی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطابات سن کر اور حضور کو سکرین پر دیکھ کر بھی سب سامعین شاد کام رہے تھے، سبحان اللہ۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام افراد جماعت کو اور خصوصاً امریکہ میں رہنے والے مرد وزن اور بچوں کو ان نصائح پر عمل پیرا ہوتے رہنے کی توفیق دے خصوصاً دعوت الی اللہ کے کام میں تیز سے تیز تر ہو کر نتیجہ خیز خدمات بجالاتے رہیں جیسے مالی قربانیوں میں امریکہ کی جماعتیں بلند مقام رکھتی ہیں۔ آخر میں مَیں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ امریکہ بہادر روحانیت کے ایسے اعلیٰ پائے کے پروگرام منعقد کرانے میں فوقیت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس قوم کے قلوب بھی نور مصطفویؐ سے منور فرمائے تا کہ اس قوم کے افراد بلند آواز سے الاپ رہے ہوں ع

قوم کے لوگو ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب

جلسہ سالانہ جماعتِ احمدیہ کا ایک نہایت اہم حصہ لنگر کا کھانا ہوتا ہے۔ مردانہ بڑے ہال کے ایک حصہ میں کھانے کا انتظام تھا۔ ہم تین چار ساتھی ایک میز پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ ایک ساتھی نے دال کی پہلی پلیٹ ختم کر کے دوبارہ منگوائی۔ میں نے کہا اتنی دال؟ اس نے جواب دیا آپ جانتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لنگر کی دال اتنی خوش ذائقہ ہوتی ہے کہ بار بار اور پلیٹ پر پلیٹ کھائی جاتی ہے۔ معلوم ہوا عزیزم ڈاکٹر صلاح الدین صاحب کھانا اپنی نگرانی میں تیار کرانے پر مامور ہیں، فجزاھم اللہ۔ یہاں بھی افرادِ جماعت نہایت خاموشی اور منظم طریقہ سے کھانے کے کاؤنٹر سے سالن لے کر اپنی مرضی سے کسی میز پر بیٹھ کر تسلی سے شکم سیر ہو رہے ہیں۔ کسی قسم کا شور شرابہ اور غل غپاڑا نہیں ۔ کھانا کھلانے کی خدمت پر مامور خدام روٹیوں کی ٹوکریاں میزوں پر لگا کر کھڑے ہو جاتے اور جس ٹوکری میں روٹی ختم ہو جاتی اس میں اور لا کر رکھ دیتے۔ دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے بھر گیا کہ خدایا تیرا کتنا بڑا احسان ہے کہ دنیا کے اس ترقی یافتہ ملک میں بھی احمدیت کی نئی نسل جلسہ سالانہ میں مہمانوں کی خدمت کرنا سعادت سمجھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری نئی نسل کو نہایت مستعدی اور خوش دلی سے خدمات بجالانے والی بنائے رکھے، آمین۔

قارئین متوجہ ہوں!!

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ الله!

پنجاب یونیورسٹی لاہور کی Historical Society کے تحت ''سیرت خیرالبشر'' کے نام سے ایک کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ اس موقعہ پر ایک گروپ فوٹو لیا گیا تھا۔ یہ نایاب فوٹو اس شمارے کے سرِ ورق پر شائع کیا جا رہا ہے۔ قارئین سے درخواست ہے کہ اگر وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے علاوہ اس فوٹو میں موجود دیگر اصحاب کے نام اور اس فوٹو اور کانفرنس سے متعلق تفصیلات جانتے ہوں تو رسالہ النور کے ایڈریس پر مطلع کر کے ممنون فرمائیں۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء

(ایڈیٹر)

کیا آپ کو صحافت سے دلچسپی ہے؟

شعبہ وقفِ نو ۔ یوایس اے کی جانب سے ایک ضروری اعلان

بر موقعہ جلسہ سالانہ یو ایس اے ،

جرنلزم ورکشاپ کا انعقاد

31 اگست 2007 ، بروز جمعہ ، ساڑھے چھ بجے شام۔

مکرم امیر جماعت USA کی ہدایت کے مطابق ، شعبہ وقفِ نو ،جلسہ سالانہ یوایس اے کے موقع پر 'جرنلزم' کے موضوع پر ایک ورکشاپ پیش کرنے کا انتظام کر رہا ہے جو اگست 2007 کو بروز جمعہ، ساڑھے چھ بجے شام منعقد ہوگی۔ یہ ورکشاپ اُن واقفینِ نو کے لئے تیار کی جارہی ہے جو صحافت کو بطور مستقبل اپنانا چاہتے ہیں۔اس ورکشاپ میں سب دلچسپی رکھنے والے شامل ہو سکتے ہیں۔ورکشاپ کے پیش کنندگان میں صحافت کے پیشہ میں مختلف مراحل کے لوگ شامل ہونگے جو اس پیشہ میں شمولیت کے لئے تیاری کے مختلف مراحل کی وضاحت کریں گے۔

اگر آپ پہلے ہی سے صحافت کے پیشہ سے منسلک ہیں یا صحافت کے طالبِ علم ہیں تو برائے مہربانی اس ورکشاپ کے منتظم عمران جتالہ سے مندرجہ ذیل ای میل اور فون نمبر پر رابطہ کریں:

ijattala@gmail.com

909-210-4393

آپکو خوش آمدید کہنے کیلئے چشم براہ

حافظ سمیع اللہ چوہدری نیشنل سیکریٹری وقفِ نو یو۔ایس۔اے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

AHMADIYYA MUSLIM FOREIGN MISSIONS OFFICE

INTERNATIONAL HEADQUARTERS RABWAH, PAKISTAN

London Office: 16 Gressenhall Road, London SW18 5QL, U.K. Telephone: 020 8870 6134
Cabels: Islamabad London, Fax: 020 8870 1095

FAX
T-1756
27.6.07

مکرم ومحترم امیر صاحب امریکہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں آپ کی فیکس محررہ ۲۱؍جون ۲۰۰۷ء موصول ہوئی جس میں آپ نے مندرجہ ذیل تقرریوں کی منظوری کی درخواست کی ہے:

☆ نائب امیر منیر حمید صاحب

☆ نائب امیر حمید الرحمان صاحب

☆ نائب امیر نسیم رحمت اللہ صاحب

☆ نائب امیر منعم نعیم صاحب

☆ نائب امیر زندہ محمود باجوہ صاحب

☆ نائب امیر داؤد حنیف صاحب

☆ نائب امیر ظہیر احمد باجوہ صاحب

☆ نائب امیر وسیم ملک صاحب

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آپ کی فیکس ملاحظہ فرمائی ہے اور ان تقرریوں کی منظوری عنایت فرمائی ہے ~~لہٰذا~~ آپ کو اطلاعاً تحریر ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

والسلام

خاکسار

[signature]

ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن

نقل برائے اطلاع مکرم وکیل اعلیٰ تحریک جدید ربوہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

AHMADIYYA MUSLIM FOREIGN MISSIONS OFFICE

INTERNATIONAL HEADQUARTERS RABWAH, PAKISTAN

London Office: 16 Gressenhall Road, London SW18 5QL, U.K. Telephone: 020 8870 6134
Cables: Islamabad London, Fax: 020 8870 1095

Ref: T - 15287
15/5/07

مکرم و محترم امیر صاحب امریکہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعت ہائے امریکہ کی نیشنل مجلس عاملہ برائے سال ۱۰۔۲۰۰۷ء کے لئے مندرجہ ذیل عہدیداران کی تقرری کی منظوری عنایت فرمائی ہے:

نمبر شمار	عہدہ	نام و کیفیت
۱۔	امیر جماعت	ڈاکٹر احسان اللہ ظفر صاحب۔
۲۔	جنرل سیکرٹری	مسعود احمد ملک صاحب۔
۳۔	سیکرٹری تبلیغ	علی مرتضیٰ صاحب۔
۴۔	سیکرٹری تربیت	ناصر محمود ملک صاحب۔
۵۔	سیکرٹری تعلیم	خلیل ملک صاحب۔
۶۔	سیکرٹری اشاعت	حسن حکیم صاحب۔
۷۔	سیکرٹری امور خارجہ	زندہ محمود باجوہ صاحب۔
۸۔	سیکرٹری امور عامہ	شاہد ملک صاحب۔
۹۔	سیکرٹری ضیافت	چوہدری امجد صاحب۔

نمبر	عہدہ	نام
۱۰۔	سیکرٹری جائیداد	میر داؤد احمد صاحب۔
۱۱۔	سیکرٹری صنعت وتجارت	خرم فواد صاحب۔
۱۲۔	سیکرٹری وقف نو	حافظ سمیع اللہ صاحب۔
۱۳۔	سیکرٹری وصایا	خالد احمد عطاء صاحب۔
۱۴۔	سیکرٹری تحریک جدید	انور محمود خان صاحب۔
۱۵۔	سیکرٹری وقف جدید	وسیم احمد سید صاحب۔
۱۶۔	ایڈیشنل سیکرٹری وقف جدید	روڈنی بشیر صاحب۔
۱۷۔	سیکرٹری مال	مرزا نصیر احسان احمد صاحب۔
۱۸۔	ایڈیشنل سیکرٹری مال	الحاجی Dhul وقار یعقوب صاحب۔
۱۹۔	سیکرٹری تعلیم القرآن وقف عارضی	ظہیر الدین منصور صاحب۔
۲۰۔	سیکرٹری سمعی بصری	نسیم رحمت اللہ صاحب۔
۲۱۔	محاسب	خرم بشیر صاحب۔
۲۲۔	امین	فیصل شفاعت احمد خان صاحب۔
۲۳۔	انٹرنل آڈیٹر	فلاح الدین شمس صاحب۔

اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے اور سب عہدیداران کو احسن رنگ میں خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

والسلام

خاکسار